آدابِ عقائد

قرآن و سُنّت کی روشنی میں

مرزا ریاض احمد

ادارہ تعلیم القرآن

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ

بیشک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔
(آل عمران: ۳' آیت: ۱۹)

آدابِ عقائد

(قرآن و سنت کی روشنی میں)

مؤلف
مرزا ریاض احمد

اِدارہ تعلیم القرآن (وقف)

اعوان ٹاؤن لاہور فون: 37845769

نام کتاب	آدابِ عقائد
مؤلف	مرزا ریاض احمد
سال اشاعت	2011ء
تعداد	1100
ناشر	Thinksoft Publication Ph: 042-37845769 Cell: 0300-8412909
ملنے کا پتہ	ادارہ تعلیم القرآن (وقف) اعوان ٹاؤن، لاہور

Please visit our website
www.yaanabi.com

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ

گزارش احوال

دین اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ اس کی تعلیمات پر کاربند ہونا اس وقت تک آسان نہیں جب تک ایک عملی نمونہ ہمارے پیش نظر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کیلئے صرف قرآن نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے محبوب کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ ارشادات خداوندی کا عملی نمونہ پیش کرسکیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:۲۱)

"بیشک تمہاری راہنمائی کیلئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔"

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی بنی نوع انسان کیلئے مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات جو قرآن وسنت سے ہم تک پہنچی ہیں ان پر عمل کر کے ہم دنیا وآخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اعمال اور عقائد میں عقیدہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ لہٰذا اخروی نجات کیلئے قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق عقائد کی درستگی ضروری ہے۔ عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق درست نہ ہوتو اعمال چاہے کتنے ہی زیادہ اور اخلاص کے ساتھ کئے جائیں ان کی قبولیت ہے اور نہ ہی رب کریم کی بارگاہ میں ان کی قدر و قیمت۔

جب تک عقائد درست نہ ہوں احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا لہٰذا اسلف صالحین کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد کا درست کرنا ضروری ہے کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگوں کی متابعت میں ہے اور یہی وہ شخصیات ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام اور

اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے پر ہیں۔

اس زوال پذیر ماحول میں دین سے بے رغبتی بڑھ رہی ہے۔ نتیجتاً ہم اپنے بنیادی عقائد سے بے بہرہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے باوجود دین سے لگاؤ رکھنے والے عموماً عقیدہ کے بارے میں استفسار کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے اور اس کی ترجیحات اور جزئیات کیا ہیں؟ اس تشنگی کو کسی حد تک دور کرنے کیلئے زیر نظر کتاب ''کتاب العقائد'' قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی عقائد سے عام فہم انداز میں راہنمائی اور آگاہی کیلئے ترتیب دی گئی ہے تاکہ قارئین کرام اس سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے۔آمین۔

آخر میں میں مکرم ومحترم مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی شیخ التفسیر والحدیث اور محترم المقام شیخ الحدیث علامہ معراج الاسلام صاحب جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور اور اپنے برادر طریقت مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد نقشبندی مجددی سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ سائنس کالج وحدت روڈ لاہور کا ممنون احسان ہوں کہ جنہوں نے اپنی بھرپور تدریسی' تصنیفی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود فرداً فرداً مسودہ پر نظر ثانی فرمائی جس سے مسودہ کی ثقاہت میں اضافہ ہوا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم وحکمت کو سمندر جیسی وسعت عطا فرمائے اور ان کے علمی فیضان کو قبولیت عام بخشے۔آمین۔

ریاض احمد مرزا

پیش لفظ

زیر نظر کتاب بعنوان ''آدابِ عقائد'' برادر طریقت جناب مرزا ریاض احمد کی تصنیف لطیف ہے۔ موصوف جید علماء اہلسنت و جماعت کی صحبت میں رہے ہیں اور نہ صرف علم دوست ہیں بلکہ علمی شخصیت ہیں۔ ہمارے مخدوم قطب العصر اعلیٰ حضرت پیر سید محمد چراغ علی شاہ صاحب مراڑوی (والٹن؛ لاہور) کے منظور نظر مریدین میں سے ہیں جن کی پاکیزہ صحبت و تربیت نے انہیں صوفی باصفا اور عالم باعمل بنا دیا ہے۔ وہ مرد صالح ہیں اور علماء وصوفیاء میں معروف ومقبول ہیں۔ اس سے قبل بھی ان کی تصانیف کا سرمایہ موجود ہے جس میں ''نجم الہدیٰ'' سب سے بڑھ کر ہے جو ان کا اپنے شیخ کے حضور بھرپور اور والہانہ تحفہ ونذرانہ ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے اہم دینی عنوانات پر ان کی کاوشیں ہیں۔ دراصل وہ متحرک شخصیت ہیں۔ عملی طور پر دینی تبلیغی ادارہ تعلیم القرآن بھی قائم کر رکھا ہے جس میں تعلیم دین بالخصوص ناظرہ وحفظ قرآن کا اہتمام ہے جو ان کے زیر سیادت چل رہا ہے۔ تبلیغی مساعی کے علاوہ وہ اچھے لکھاری بھی ہیں اور تحریری طور پر خدمت واشاعت دین کیلئے سرگرم عمل ہیں اور ان کا نصب العین دین کی تبلیغ واشاعت کیلئے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا ہے جس سے اللہ کے بندوں کی راہنمائی اور اصلاح ہو۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے جس کی بڑی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ایک جامع مگر مختصر کتاب عقائد اسلامی پر مرتب ہو جو اہل سنت وجماعت کے عقائد کی ترجمان ہو اور قارئین کیلئے آخرت کا عظیم سرمایہ ہو۔ ظاہر ہے کہ عقائد کی حیثیت بنیادی اور اساسی ہے اور اعمال کا فائدہ صرف اسی صورت مقبول ومفید ہے جب عقائد درست اور صحیح ہوں وگرنہ تحصیل لاحاصل ہے اور نجات کا مدار بھی عقائد کی صحت پر ہے لہذا مرزا صاحب موصوف نے اس سلسلہ میں بلیغ سعی کی ہے اور اوہام وتشکیک میں پڑے لوگوں کی مؤثر اور درست سمت میں راہنمائی فرمائی ہے جو ایک دردمند شخص کی پیشکش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ کریم ان کی یہ سعی قبول فرمائے اور اس کو قبولیت عامہ کا شرف عطا فرمائے۔

پروفیسر مشتاق احمد

(سابق صدر شعبہ اسلامیات' گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ لاہور)

توحید

اسلام کے بنیادی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ توحید ہے۔توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ مانا جائے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں۔وہ ہر شے کا خالق ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو مستحق عبادت نہ جاننا۔ذات وصفات اور افعال میں اس کے ایک ہونے کی تصدیق کرنا۔اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو ہر اس عیب سے پاک ماننا لازم جو ہماری عقلوں میں آ سکے اور ذہنوں میں سما سکے۔

اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے جو اپنی ذات وصفات میں بے مثل ہے۔وہ سب کائنات کا خالق (پیدا کرنے والا) ہے۔اس کی ذات صفات ہر عیب ونقص سے پاک ہیں......توحید کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں دلائل توحید

قرآن مجید میں توحید باری تعالیٰ کا دعویٰ اور اس کے دلائل بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔

''اور تمہارا خدا ایک ہے۔نہیں کوئی خدا بجز اس کے۔(وہ) بہت ہی مہربان اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔'' (البقرہ:۱۶۳)

۲۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔

''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (الحشر:۲۲)

۳۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔

"اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو زمین وآسمان ضرور تباہ ہو جاتے۔" (الانبیاء:۲۲)

۴۔ سورہ اخلاص میں ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

"(اے حبیب ﷺ) آپ فرما دیجیے کہ وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ جنا گیا اور کوئی بھی اس کا ہمسر (ہم پلہ) نہیں۔" (الاخلاص:۱-۴)

سورہ اخلاص میں ایمان کی حدود وشرائط کو واضح کر دیا۔ انسان غور وفکر سے کام لے تو توحید کی عظمت اور اہمیت کا اقرار کرے گا۔ سورہ اخلاص میں یہ عقیدہ مکمل شکل میں بیان ہوا ہے جبکہ قرآن مجید کی دیگر سورتوں کی متعدد آیات بھی اس عقیدہ کی وضاحت کرتی ہیں۔ متعدد حوالوں سے انسانی فکر کو اس حقیقت کے ادراک کا درس دیتی ہیں۔

توحید الٰہی کا اقرار اور صفات الٰہیہ پر یقین انسان کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس رحیم وکریم رب کے سامنے جھکا رہے۔ سر عظمت باری تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو' ہر خواہش اس کی رضا کی طالب اور عمل اس کے حکم کا پابند ہو اور دل اس کی عظمت وشان کا معترف اور تصدیق کا پابند ہو۔

توحید کے بارے میں اگرچہ فقط ایمان یا تصدیق معتبر ہے مگر کمال توحید یہ ہے کہ نفس انسانی میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جس سے وہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کو ذات' صفات اور افعال میں یکتا جان لے۔ (مقدمہ ابن خلدون' اصول فقہ)

انسان کا جوہر عقیدۂ توحید کے بغیر نہیں نکھرتا۔ عقیدۂ توحید معرفت کی اساس اور شرط اول ہے اور خدا کی معرفت خوف الٰہی کا سبب بنتی ہے اور خوف خداوندی ارتکاب معاصی (گناہ) سے باز رکھتا ہے۔

تخلیق کائنات

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب کریم سید الانبیا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

حدیث جابر

امام عبدالرزاق ؒ صاحب ''مصنف'' نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ مجھے خبر دیں کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

> ''اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ذاتی تجلی فرمائی جو حسن الوہیت کا ظہور اول تھی۔ بغیر اس کے کہ ذات خداوندی نور محمدی کا مادہ یا حصہ اور جزو قرار پائے۔ (اسے یوں سمجھا جائے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتا ہے لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی نورانیت اور روشنی میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی۔) پھر اللہ تعالیٰ اس نور کو سیر کراتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم' نہ جنت تھی نہ دوزخ' نہ فرشتے تھے نہ آسمان اور نہ زمین تھی' نہ چاند نہ سورج' نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔''
>
> (ماخوذ از مقالات کاظمی حصہ اول' ص: ۵۷)

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور (محمدی کی تجلیات) کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا دوسرے سے لوح' تیسرے سے عرش' پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور

تیسرے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے آسمان بنائے اور دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا جو معرفت الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کا نور انس پیدا کیا اور وہ توحید ہے۔

(مواہب اللدنیہ جلد اول' ص:۹۔ سیرت حلبیہ' جلد:۱۔ زرقانی جلد اول' ص:۴۶۔)

حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ ابھی آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسد کے درمیان تھے (یعنی ابھی تک ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی)۔ (ترمذی شریف) (مشکوٰۃ شریف' ص:۵۱۳) (زرقانی' جلد: اول' ص:۳۶)

حدیث:

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب نبی بنائے گئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح اور جسد کے درمیان میں تھے یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی۔

(ترمذی شریف' ابونعیم) (زرقانی' جلد: اول' ص:۳۹)

حدیث:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ (زرقانی' جلد: اول' ص:۴۹) (مواہب لدنیہ' ص:۱۰)

حدیث:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

بیشک میں اللہ کے نزدیک اس وقت بھی نبیوں کو ختم کرنے والا لکھا ہوا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں پڑے تھے۔ یعنی ابھی ان کا پتلا بھی نہ بنا تھا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۱۳۔ حاکم۔ مواہب اللدنیہ جلد: ۱، ص: ۳۹)

حدیث:

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح انور تمام انسانی روحوں سے پہلے پیدا کی گئی جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُنتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ

یعنی مجھے سب مخلوق سے پہلے پیدا کیا گیا اور آخر میں بھیجا گیا۔ (ابونعیم، ابوحاتم)

مسجود ملائکہ:

جب آدم علیہ السلام کا وجود مسعود تیار ہو چکا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس نور پاک حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں بطور امانت رکھا، جس کی وجہ سے پیشانی نور محمدی سے روشن اور چمکنے لگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ افروزی دیکھ کر سب فرشتے سجدہ ریز ہو گئے لیکن ابلیس لعین حسد کی آگ میں جل گیا اور سجدہ کرنے سے انکاری ہوا۔ لہٰذا وہ دربار خداوندی میں ابدی گستاخ، کافر اور ملعون قرار پایا۔

امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم جو فرشتوں کو دیا گیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ ان کی پیشانی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک تھا۔ یہ سجدہ تعظیم تھا اور آدم ملائکہ کیلئے مثل کعبہ تھے۔ (تفسیر کبیر زیر آیت: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا ...)

(مدارج النبوت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

فرشتے

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہِمْ

''جو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور وہ جو عرش کے ارد گرد (حلقہ زن) ہیں

تسبیح کرتے حمد کے ساتھ اپنے رب کی۔'' (المومن:۷)

قرآنی تعلیمات کے مطابق فرشتے نورانی مخلوق ہیں۔ قرآن مجید (سورۃ البقرۃ آیت:۳۰) کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے فرشتے موجود تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت گزار اور اطاعت شعار مخلوق ہیں۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف امور کی تکمیل کی ذمہ داری سونپ رکھی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے۔ وہ ہر قسم کی نفسانی خواہشات سے پاک ہیں۔ وہ نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں' وہ توالد و تناسل سے پاک ہیں۔ ان کی روحانی غذا ذکر الٰہی اور اطاعت باری تعالیٰ ہے۔ وہ نظر نہیں آتے مگر دوسروں کو دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ انسانی شکل و صورت بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ تمام فرشتے منزہ عن الخطا (گناہوں سے پاک) ہیں۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝

''(فرشتے) نافرمانی نہیں کرتے اپنے رب کی جو انہیں حکم ملے، اور کرتے ہیں

جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔'' (التحریم:۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ بیت اللہ کے بالمقابل آسمان پر بیت المعمور ہے جس کا ہر روز ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اور جو ایک مرتبہ طواف کر لیتا ہے اس کی باری دوبارہ کبھی نہیں آتی۔ (بخاری و مسلم) اس سے فرشتوں کی کثرت تعداد کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ

''اور اللہ کے لشکروں کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی اللہ۔ (المدثر: ۳۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

''فرشتوں کی ایک جماعت جو بہت فضیلت کی حامل ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات پر مامور ہے کہ جہاں کہیں اللہ کے ذکر کی مجالس منعقد ہوں ان کو کمال شفقت سے اپنے پروں سے ڈھانپ لیں اور زمین سے آسمان تک ان کو اپنی لپیٹ میں لئے رکھیں۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ فرشتے انسانی صورت میں بھی جلوہ گر ہو سکتے ہیں جیسا کہ

۱۔ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) بشریت کی صورت میں آیا جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے:

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔

''پس وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں۔'' (مریم: ۱۷)

۲۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو کھانے کو کہا مگر انہوں نے نہیں کھایا۔ (سورۃ ہود: ۶۹-۷۰)

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کی غرض سے فرشتے آئے تو اس وقت بھی خوبصورت نوجوان کی شکل میں تھے اور حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اپنا مہمان سمجھا تھا اور یہی اپنی قوم سے کہا تھا۔ (ہود: ۷۷-۸۱)

فرشتے انسانی ضروریات سے پاک ہیں۔ وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے جب فرشتوں کے سامنے (جو انسانی شکل و صورت میں تھے) ایک بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا تو اس کی طرف ان کے ہاتھ نہیں بڑھے۔ (سورۃ ہود: ۶۹-۷۰)

احادیث میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ جبرائیل علیہ السلام بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مرتبہ انسانی شکل میں آئے تھے اور اس وقت صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔

اس حدیث کو حدیث جبرائیل علیہ السلام کہا جاتا ہے جو صحیحین یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہوئی ہے۔ اس میں جبرائیل علیہ السلام کے انسانی روپ میں آنے کا واضح تذکرہ موجود ہے جس پر موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ یہ کون ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استفسار بھی کر رہا ہے اور آپ ﷺ کی تائید بھی کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اس الجھن کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں دین سکھانے کیلئے آئے تھے۔

مذکورہ بالا آیات اور حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ فرشتے نوری مخلوق ہیں جن کو شکل وصورت بدل لینے کی قوت عطا ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں بعض ملائکہ کے نام بھی مذکور ہیں۔ مثلاً:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیات ۹۷ تا ۹۸ اور سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۴ میں موجود ہے۔ جبکہ حضرت میکائیل علیہ السلام کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیت ۹۸ میں ہوا ہے۔

فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا لازمی ہے اور بنیادی عقائد کا حصہ ہے۔

چار فرشتے بہت برگزیدہ ہیں جن کو سب ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے:

۱۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام:

ان کو فرشتوں کی سرداری کا اہم منصب عطا کیا گیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغام بر فرشتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف وحی کا نزول ان کا مقدس فریضہ ہے۔ قرآن مجید میں ان کو روح القدس اور رسول کریم بھی کہا گیا ہے اور متعدد مقامات پر اس کا ذکر ہوا ہے۔ مثلاً: وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ ''اور ہم نے اس کی مدد کی روح القدس کے ساتھ۔'' (سورۃ البقرہ: ۸۷، ۲۵۳۔ سورۃ المائدہ: ۱۱۰)

۲۔ حضرت میکائیل علیہ السلام:

کتب حدیث میں حضرت میکائیل علیہ السلام کے فرائض میں مخلوقات کے رزق کا اہتمام اور بارش کے نزول کا انتظام بتایا گیا ہے۔

۳۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام:

حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت کو صور پھونکیں گے جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے کہ کس طرح آسمان وزمین کو لپیٹ لیا جائے گا اور پھر دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ○

''اور پھر پھونکا جائے گا صور میں پس بیہوش ہو کر گریں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا' پھر دوبارہ اس میں پھونکا جائے گا تو وہ اٹھ کھڑے ہوں گے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے۔'' (الزمر: ۶۸)

۴۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت):

حضرت عزرائیل علیہ السلام کے فرائض میں روحوں کو قبض کرنا اور موت طاری کرنا ہے۔ قرآن مجید نے ملک الموت کہہ کر ان کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ○

''فرما دیجئے' تمہاری جان قبض کرتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم کو اپنے رب کی طرف لوٹ جانا ہے۔'' (السجدۃ: ۱۱)

ان برگزیدہ فرشتوں کے علاوہ لاتعداد فرشتے ہیں جن کو اپنے اپنے دائرہ کار میں کام کرنا ہوتا ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو عرش الٰہی کے گرد ہی رہتے ہیں۔ (الزمر: ۷۵) ان میں وہ

فرشتے بھی ہیں جو انسان کے نامہ اعمال کو ترتیب دیتے ہیں اور ان اعمال کا مکمل حساب رکھتے ہیں۔

(سورۃ الانفطار:۱۰-۱۲)

دوزخ گناہوں کی مکافات کی جگہ ہے۔ اس پر بھی فرشتے مقرر ہوں گے۔ یہ فرشتے دہشت کا نمونہ اور قہاری کا پیکر ہوں گے۔ (سورۃ التحریم:۶)

فرشتوں پر ایمان مومن کے ایمان سے مشروط ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب ایمان کا تذکرہ کیا یا رسول اکرم ﷺ اور مومنوں کا ذکر کیا تو ان کے ساتھ فرشتوں پر ایمان لانے کا اور الہامی کتابوں کا بھی ذکر کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۔

''ایمان لایا یہ رسول کریم اس کتاب پر جو اتاری گئی اس کی طرف اس کے رب کی طرف سے اور ایمان لائے مومن۔ یہ سب دل سے مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو (نیز کہتے ہیں) ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اس کے رسولوں سے۔'' (البقرہ:۲۸۵)

(ماخوذ: اسلامی انسائیکلو پیڈیا، پنجاب یونیورسٹی لاہور) (عقائد و ارکان، بہار شریعت)

فرشتوں کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے اور کچھ نہیں، یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

کسی فرشتے کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے۔ عموماً لوگ اپنے کسی دوست کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ ملک الموت یا عزرائیل آ گیا۔ یہ قریب بکلمۂ کفر ہے۔ ایسا کہنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ﷺ ﷺ ﷺ

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید المرسلین خاتم النبیین جناب محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء کرام و رسلِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لاتے رہے ان سب میں ایک قدر مشترک تھی ''توحید باری تعالیٰ''۔ یعنی ایک اللہ کی عبادت اور وہی سب کا خالق و مالک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

ابتدائے انسانیت ہی سے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً انبیاء و مرسلین کو لوگوں کی راہنمائی اور بھلائی کیلئے بھیجتا رہا اور اس وقت کی ضرورت کے مطابق رب العالمین وحی کے ذریعے احکام نازل فرماتا رہا۔ قرآن مجید میں وحی کا ذکر سورہ النساء کی آیات ۱۶۳ تا ۱۶۵ میں تفصیل سے موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۝ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

''بیشک ہم نے وحی بھیجی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوح (علیہ السلام) کے بعد آئے اور جیسے

وحی بھیجی ہم نے ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ' ایوب' یونس' ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف اور ہم نے عطا فرمائی داؤد (علیہ السلام) کو زبور اور جیسے وحی بھیجی دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا ہے۔ ہم نے آپ (ﷺ) سے اس سے پہلے اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ (ﷺ) سے نہیں کیا اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے خاص کلام۔ بھیجے ہم نے یہ سارے رسول خوشخبری دینے کیلئے اور ڈرانے کیلئے تا کہ نہ رہے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عذر رسولوں کے آنے کے بعد اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے کوئی تسلیم نہ کرے تو اس کی مرضی۔" (النساء: ۱۶۳-۱۶۵)

اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کیلئے انبیاء کرام اپنی اپنی قوم کو تلقین فرماتے رہے۔

مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کر جانے کے بعد ان کی قوم احکام الٰہی میں تحریف کر لیتی جس سے انبیاء کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعت بدل جاتی۔

گردش ایام کا سلسلہ جاری رہا' بالآخر انسانی بود و باش (رہن سہن) اور عقل و شعور میں ترقی کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام پر صحائف کی بجائے کتابیں نازل ہونے لگیں جن میں احکامات بھی ضرورت کے مطابق زیادہ ہوتے۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے انسان کو ہر الجھن سے نکالا' ہر تاریکی سے بچایا۔ ان کو سیرت و کردار کا شعور بھی عطا فرمایا اور قوم کی ہدایت کے اصول بھی تلقین فرمائے۔ یہ اصول الہامی نوشتوں کے ذریعہ حاصل ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے مختلف اوقات اور مختلف ادوار میں انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل فرمائے۔

وحی جب کسی تحریری نوشتہ کی صورت میں آتی تو صحیفہ کہلاتی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آنے والے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو وحی کے ذریعے صحیفے عطا کئے گئے جن کا ذکر متعدد سورتوں میں موجود ہے۔ جیسے سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۳ اور سورہ النجم کی آیات ۳۶ اور ۳۷۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِنْ رَبِّهِ أَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۔

''اور کفار کہتے ہیں کہ یہ (نبی) کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کے پاس سے (ان سے پوچھو) کیا نہیں آ گیا واضح بیان جو پہلی نازل شدہ کتابوں میں ہے۔'' (طٰہٰ: ۱۳۳)

اَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ○ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ○

''کیا وہ آگاہ نہیں ہوا جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں جو پوری طرح احکام بجالائے۔'' (النجم: ۳۶-۳۷)

اللہ تعالیٰ نے صحائف کے علاوہ چار کتابیں نازل فرمائیں جن کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ توریت۔ (عبرانی زبان میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی)

۲۔ زبور۔ (سریانی زبان میں، حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی)

۳۔ انجیل۔ (عبرانی زبان میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی)

۴۔ قرآن مجید۔ (عربی زبان میں، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی)

تورات:

یہ تختیوں کی صورت میں نازل ہوئی۔ یہ کتاب جو ہدایت و نور کا سرچشمہ تھی انسانی ہاتھوں کی دستبرد سے اپنا اصل وجود برقرار نہ رکھ سکی۔

زبور:

اس کے ماننے والوں نے اپنی خواہشات کے مطابق عبارات کو تبدیل کیا۔ خود ساختہ جملوں کا اضافہ کیا۔ اب اس کی موجودہ صورت اس حالت میں قابل اعتماد نہیں رہی۔

انجیل:

اس کے ماننے والوں نے اس کتاب کو اپنے خیالات کا مرقع بنانے کا ہر دور میں

اہتمام کیا۔ دست اندازی ہوتی رہی اور اصل متن کی حفاظت نہ ہوئی۔ یہ عبرانی زبان میں تھی مگر اب اصل متن ناپید ہے۔ اب جو نسخہ قدیم ترین سمجھا جاتا ہے یونانی ہے۔ اس کے ماننے والوں نے اس کی حفاظت میں جان بوجھ کر لاپرواہی کی۔ قرآن مجید سے پہلی الہامی کتابوں کی تغیر وتبدل نص قرآنی سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ ۔

''بدل دیتے ہیں اللہ کی باتوں کو ان کے صحیح موقعوں سے۔'' (المائدہ:۴۱)

قرآن مجید

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔

''بیشک ہم ہی نے اتارا ہے اس ذکر (قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی
اس کے محافظ ہیں۔'' (الحجر:۹)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام تئیس (۲۳) سال کے عرصہ میں بقدر ضرورت تدریجاً نازل فرمایا۔ معروف قول کے مطابق پہلی وحی کا آغاز ستائیس رمضان المبارک کو غار حرا (مکہ مکرمہ) میں ہوا۔ امام طبری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موقع محل کی مناسبت سے قرآن مجید کو آٹھ ناموں سے موسوم فرمایا ہے: ۱: القرآن۔ ۲: الفرقان۔ ۳: الکتاب۔ ۴: الذکر۔ ۵: النور۔ ۶: الھدی۔ ۷: البرہان۔ ۸: التبیان۔

قرآن مجید میں لفظ ''قرآن'' چھیاسٹھ (۶۶) مرتبہ آیا ہے۔

قرآن کا لغوی مطلب ہے وہ صحیفہ جو بار بار پڑھا جاتا ہے۔ یعنی یہ کتاب دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جائے گی۔ اس حقیقت کا اقرار انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں یوں کیا گیا ہے:

''قرآن مجید سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔''

اصطلاحی معنی میں قرآن ''اللہ کا وہ کلام ہے جو اس نے اپنے حبیب پاک

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا۔"

۱۔ قرآن میں کل ایک سو چودہ (۱۱۴) سورتیں ہیں۔

۲۔ نزول قرآن کا آغاز سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات سے ہوا جبکہ آخری وحی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر تین ہے۔

۳۔ ترتیب کے لحاظ سے پہلی سورت "الفاتحہ" جبکہ آخری سورت "الناس" ہے۔

۴۔ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ "البقرہ" ہے جس میں ۴۰ رکوع اور ۲۸۶ آیات ہیں۔

۵۔ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت "الکوثر" ہے جس کی تین آیات ہیں۔

۶۔ مختصر ترین سورتیں الکوثر، العصر اور سورت الاخلاص ہیں۔

مکی و مدنی سورتیں:

جمہور علماء کے نزدیک ہجرت سے پہلے نازل ہونے والی سورتیں مکی کہلاتی ہیں اور ہجرت کے بعد نازل ہونے والی مدنی۔

مکی سورتیں تعداد کے اعتبار سے ۸۶ ہیں۔

ترتیب نزول میں سب سے پہلی سورت "العلق" ہے جبکہ سورت "المطففین" مکہ مکرمہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی۔

مدنی سورتوں کی تعداد اٹھائیس (۲۸) ہے۔ ان میں سب سے پہلے سورہ البقرہ ہے جبکہ سب سے آخر میں سورہ النصر ہے۔

اس طرح کل سورتیں ایک سو چودہ (۱۱۴) ہیں۔ قرآن مجید کے تیس (۳۰) پارے اور سات (۷) منزلیں ہیں تاکہ ایک مہینہ یا ایک ہفتہ میں پورا قرآن مجید پڑھنے کے معمولات میں آسانی رہے۔

قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ کل ۱۲۷ انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ ملتا ہے۔

قرآن مجید میں سجدۂ تلاوت:

جمہور علماء امت کے نزدیک قرآن مجید میں چودہ (۱۴) مقامات ہیں جن کی تلاوت پر سجدہ کرنا واجب ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سترہویں (۱۷) پارہ کے آخری رکوع میں آیت نمبر ۷۷ میں واسجدوا واعبدوا ربکم پڑھنے پر بھی سجدہ تلاوت واجب فرمایا ہے۔

عظمت قرآن حکیم:

قرآن پاک ہر لحاظ سے سراپا اعجاز ہے۔ اس کا ہر پہلو اتنا دلربا ہے کہ اپنے پڑھنے والے کو مسحور کر دیتا ہے' اسی لئے جب سے اس کا نزول ہوا' اس کی فطری جاذبیت نے نوع انسانی کے ہر طبقہ سے سنجیدہ اور ذہین افراد کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس میں قطعاً مبالغہ نہیں کہ قرآن حکیم کے متعلق جتنا کچھ لکھا گیا ہے' اتنا کسی اور کتاب یا موضوع پر نہیں لکھا گیا۔

یہ وہ کتاب ہدایت ہے جس کو نازل فرمانے والے نے بار ہا اس کا تعارف اس قسم کے کلمات سے کرایا:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

''یہ ایک بیان ہے لوگوں کو سمجھانے کیلئے اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کیلئے۔'' (آل عمران: ۱۳۸)

ہمیں قرآن مجید کے اسی پہلو پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہیے لیکن شومئ قسمت آج تک غفلت و سستی کا شکار ہیں اور قرآن مقدس کے اس پہلو پر پوری توجہ نہیں جو محرومی کا باعث ہے۔

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں کو فصاحت و بلاغت میں جو ملکہ حاصل تھا' کوئی قوم اس کی ہمسری کا دعویٰ نہ کر سکتی تھی۔ فی البدیہہ ایسا خطبہ دیا کرتے کہ سامعین پر سکتہ طاری ہو جاتا۔ اسی جوہر فصاحت پر ناز کرتے ہوئے اہل عرب اپنے علاوہ تمام اقوام عالم کو عجمی یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ رب کریم نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیشمار معجزات کے علاوہ ایک ایسے معجزہ سے سرفراز فرمایا جس کے نور کو نہ صرف زمین کے دور دراز گوشوں میں آباد انسان دیکھ سکیں بلکہ قیامت تک آنے والی نسلیں اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ

کر سکیں اور وہ معجزہ قرآن کریم ہے۔جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے متکبر قادرالکلام شعراء اور خطباء کی گردنیں جھک گئیں۔ قیامت تک اس کتاب کو ہر قسم کے تغیر وتبدل سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری بھی خود خالق کائنات نے لی ہے۔

اللہ کریم نے فصحاء عرب کو مخاطب فرماتے ہوئے چیلنج کیا کہ اگر کسی کے ذہن میں شک ہو کہ یہ کلام الٰہی نہیں تو اے اہل عرب کے فصحاء و بلغاء آؤ اور اس کلام جیسا بنا کر تو دکھلاؤ۔ اگر اکیلے اکیلے تم اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے تو تمام فصحا مل کر اس جیسی دس سورتیں لے آؤ۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔

''کیا کفار کہتے ہیں کہ اس نے یہ (قرآن خود) گھڑ لیا ہے۔آپ فرمائیے (اگر ایسا ہے) تو تم بھی لے آؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی اور بلالو (اپنی مدد کے لیے) جس کو بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم (اس الزام تراشی میں) سچے ہو۔'' (ھود:۱۳)

اللہ کریم نے نہ صرف فصحائے عرب کو بلکہ قیامت تک آنے والے عام انسانوں کو یہ کھلا چیلنج دیا کہ اگر کسی کو اپنی فصاحت' بلاغت یا قادر الکلامی کا زعم ہو تو اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر دکھلائے اور اگر اکیلے اکیلے اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے تو سب مل کر اس جیسی سورۃ بنالیں۔

بعدازاں آیت نمبر ۲۳ سورۃ بقرہ میں چیلنج دہراتے ہوئے فرمایا:

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔

''اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا اپنے برگزیدہ بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی اور بلالو اپنے حمایتیوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔'' (بقرہ:۲۳)

اگر اس جیسی پوری کتاب نہیں لا سکتے تو اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر پیش کر دو۔ اگر تم

دس سورتیں پیش کرنے سے بھی قاصر ہو تو اس جیسی صرف ایک سورۃ ہی پیش کر دو۔ یہ کھلا چیلنج دینے کے بعد ان دوٹوک الفاظ میں یہ بھی واضح کر دیا کہ:

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِیۡنَ

''تم ہزار کوشش کرو تم ایسا ہرگز نہیں کر سکو گے اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔''

(بقرہ: ۲۴)

ان آیات میں زور دے کر نہ کر سکنے کا جو اعلان ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ پھر یہ چیلنج صرف ایک دفعہ یا ایک دن ہی کیلئے نہیں دیا گیا بلکہ تئیس سال تک دشمنان اسلام اور منکرین قرآن کو بار بار چیلنج کیا جاتا رہا کہ اس جیسی ایک سورۃ ہی پیش کر دو مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ قرآن مجید کا یہ چیلنج اور دعویٰ آج بھی موجود ہے اور عالم کفر و شرک کو دعوت مقابلہ دے رہا ہے۔ بارہا کوشش کے باوجود آج تک کامیابی نہ ہو سکی۔ چودہ صدیاں بیت گئیں کسی کو جرأت نہ ہوئی اور قیامت تک یقیناً کسی کو جرأت نہ ہو گی کہ وہ اس خدائی چیلنج کا جواب دے سکے۔

کیا قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی اس سے بڑی دلیل بھی ہو سکتی ہے؟ جس کیلئے ارشاد ربانی ہے:

قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا ۝

''تم فرماؤ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو وہ سن لیں ہرگز ہرگز نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار۔'' (بنی اسرائیل: ۸۸)

قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے آج بھی اسی شان عظمت پر فائز ہے

جس پر آج سے صدیوں پہلے تھا۔ زمانہ بیت گیا لیکن نہ تو کسی میں معارضۂ قرآن کی تاب و ہمت ہے اور نہ ہی قرآن کی صرف ایک آیت ہی مثل پر قدرت ممکن ہے اور حقیقت نفس الامری ہے کہ انسانی ذہن کی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اسلوب و بیان قرآن حکیم تک رسائی محال ہے۔ بالیقین رہتی دنیا تک یہ زندہ آفاقی معجزہ ہے جس کا پیغام اور شہرہ چار دانگ عالم میں کھلا چیلنج ہے۔

قرآن مجید کی تدوین و حفاظت:

قرآن مجید تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں مکمل ہوا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر جب بھی قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کاتب کو بلا کر ان آیات کی کتابت کا حکم فرما دیتے۔ اس آیت یا سورۃ کا مقام بھی متعین فرما دیا کرتے تھے۔ اس طرح قرآن کریم حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری ہی میں پورے کا پورا تحریری طور پر جمع ہو چکا تھا۔ اس وقت قرآن مجید کو لکھنے کیلئے چمڑے کے ٹکڑے، کھجور کی شاخیں، پتھر کی سلیٹیں، بکری یا اونٹ کے شانے کی چوڑی ہڈی وغیرہ استعمال ہوتی تھی۔ کاغذ ان دنوں استعمال نہیں ہوا کرتا تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کثیر تعداد کے پاس قرآن مجید کے لکھے ہوئے اجزاء موجود تھے۔ ایک تعداد ان صحابہ کرام کی بھی تھی جن کے پاس مکمل قرآن پاک اصل ترتیب کے ساتھ جمع شدہ تھا مگر یہ ایک باقاعدہ کتابی شکل میں مدون نہ تھا۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق جناب ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوزید اور زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم نے پورے قرآن مجید کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مجموعی شکل میں تیار کر لیا تھا تاہم ان کی حیثیت نجی مجموعوں کی تھی۔ اس کے علاوہ ترمذی اور ابوداؤد میں کئی اور جلیل القدر صحابہ کرام کا بھی ذکر موجود ہے۔

اگرچہ قرآن پاک آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق سینکڑوں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سینوں میں بھی محفوظ تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت

سنبھالتے ہی مسیلمہ کذاب کے ساتھ یمامہ کے مقام پر جنگ میں بارہ سو مسلمان مجاہدین شہید ہوئے۔ان شہداء میں سات سو حفاظ کرام تھے۔

اتنی بڑی تعداد میں حفاظ کرام کی شہادت نے قرآن مجید کے کتابی شکل میں مدون کرنے کا فوری احساس پیدا کر دیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید کے تحریری ٹکڑوں کو یکجا کر کے با قاعدہ کتابی شکل دینے کی استدعا کی۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس درجہ خیال تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کام میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں نہیں کیا وہ میں کیسے کر سکتا ہوں۔مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس کی ضرورت اور اہمیت بتانے پر آپ رضی اللہ عنہ رضامند ہو گئے اور اس اہم ذمہ داری کیلئے جناب زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو چنا گیا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی دیانت اور صداقت پر کسی کو شبہ نہ تھا اور آپ رضی اللہ عنہ حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی میں وحی لکھا کرتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست پورے قرآن کو نبوی ترتیب کے ساتھ سننے اور مکمل حفظ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھنے کا شرف بھی حاصل تھا۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ کام ایسا مشکل نظر آتا تھا کہ اگر مجھے پہاڑ سر پر اٹھانے کیلئے کہا جاتا تو وہ میرے لئے آسان ہوتا۔

(بخاری۔مشکوٰۃ)

قرآن مجید کی تدوین کیلئے ایک آسان راستہ یہ بھی تھا کہ چند برگزیدہ حفاظ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا انتخاب کر کے ان سے قرآن مجید زبانی سن کر کتابی شکل میں ترتیب دے لیا جاتا کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ' عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کے حافظ بھی تھے اور وہ پوری صحت کے ساتھ اس نسخے کی جانچ پڑتال بھی کر سکتے تھے مگر ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ قرآن مجید کے ان تحریری اجزاء کو جمع کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان پاک کے سامنے لکھے گئے تھے تا کہ تیار ہونے والا مصدقہ نسخہ ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہو۔اس فیصلہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے مسجد نبوی میں اعلان فرمایا کہ جس کے پاس قرآن مجید کا لکھا ہوا کوئی ٹکڑا موجود ہو اور جناب نبی پاک ﷺ کے پاس جو تلاوت ہوا کرتی تھی اس سے مقابلہ کر کے تصحیح شدہ یا رسول پاک ﷺ کے سامنے پڑھا ہوا ہے تو وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کرے۔ جب کوئی ایسا ٹکڑا لاتا تو سب سے پہلے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس سے اس بات کا حلف لیتے کہ یہ وہی نسخہ ہے جس کی تصحیح رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوئی ہے' اس کے بعد اس سے استفادہ کیا جاتا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے پوری کوشش وکاوش اور احتیاط سے پورا قرآن مجید نقل فرمایا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیق خلیفۃ الرسول رضی اللہ عنہ کی زندگی تک ان کے پاس رہا۔ ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا لیکن ان کی شہادت کے بعد یہ نسخہ ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک اسلام بہت پھیل چکا تھا اور مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔ فتوحات کے نتیجہ میں ایسی آبادیاں اور ممالک مملکت اسلامیہ میں شامل ہو رہے تھے جن کی مادری زبان عربی نہ تھی۔ جنہیں قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے میں دقت کا سامنا تھا اور اختلاف قرأت مسئلہ بن رہی تھی لہذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مشاورت سے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کتاب اللہ کا مصدقہ نسخہ مستعار منگوا کر جناب زید بن ثابت' عبداللہ بن زبیر' سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم سے اصل نسخہ کے مطابق سات نقلیں کروا کر مہر شدہ ایک ایک نقل ہر صوبے میں بھیج دی اور ایک نقل مدینہ منورہ میں محفوظ کر لی۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کے تمام اجزاء لوگوں سے اکٹھے کر لئے تا کہ امت مسلمہ میں کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔ بعدازاں قرآن مجید کے ان مصدقہ نسخوں سے نقل کر کے قرآن مجید تقسیم ہوتے رہے۔ صدیوں تک یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ پریس کا دور شروع ہو گیا جس کے بعد کسی ضیاع یا تغیر کا امکان باقی نہ رہا۔

جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد خلافت میں ابوالاسود دوئلی جو حضرت علی

رم اللہ وجہہ الکریم کے معتمد خاص تھے' نے قرآن مجید میں اعراب لگائے جس کی بنیاد پر حجاج بن یوسف نے قرآن پاک کے باقاعدہ مُعَرّب نسخے تیار کروا کر سلطنت اسلامیہ میں بھجوائے۔ اسی بنیاد پر آج تک قرآن مجید شائع ہو رہے ہیں اور یہ ہر قسم کی تحریف سے بفضل ایزدی محفوظ ہے۔ چنانچہ مشہور متعصب مستشرق لارڈ ولیم مور ''لائف آف محمد'' کے دیباچہ میں لکھنے پر مجبور ہے کہ

''جہاں تک ہماری معلومات ہیں' دنیا بھر میں ایک بھی کتاب ایسی نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے۔''

لین پول نے اس حقیقت کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے:

''قرآن کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی اصلیت میں کوئی شبہ نہیں۔ ہر حرف جو ہم آج پڑھتے ہیں اس پر یہ اعتماد کر سکتے ہیں کہ تقریباً تیرہ صدیوں سے غیر مبدل رہا ہے۔'' (سلیکشن فرام دی قرآن)

مشہور سکالر جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ ''خطبات بہاولپور'' میں بیان کرتے ہیں:

''تقریباً ایک صدی قبل قرآن مجید سے تعصب کی بناء پر جرمنی کی میونخ یونیورسٹی میں ''قرآن مجید کی تحقیقات'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ساری دنیا میں قرآن مجید کے قدیم ترین دستیاب نسخے خرید کر یا فوٹو لے کر جس طرح بھی ممکن ہو جمع کئے جائیں تاکہ مختلف ادوار اور مختلف ممالک سے نقل شدہ قلمی یا شائع کردہ مختلف نسخوں کے تقابلی جائزہ سے تحریف عبارات کا پتہ چلایا جائے۔ جمع کرنے کا یہ سلسلہ تین نسلوں تک جاری رہنے کے بعد ۱۹۳۴ء تک تقریباً ۴۲ ہزار نسخے جمع کئے گئے جن کے متن کو چیک کیا گیا مگر کسی ایک نسخے میں بھی عبارت کا اختلاف نہیں پایا گیا چنانچہ میونخ یونیورسٹی کا ڈائریکٹر PRETEL یہ کہنے پر مجبور تھا کہ قرآن مجید میں خدا کا فرمان: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

''ہم ہی اسے نازل کرتے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' (الحجر:۹)

آداب قرآن مجید:

بے وضو قرآن مجید کو چھونا یا اٹھانا گناہ ہے۔ سورۃ واقعہ کی آیت ۷۹ میں حکم ہے:

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۔

''اس کو نہیں چھوتے مگر وہی جو پاک ہیں۔''

اس عزت والی کتاب کو طہارت کی حالت میں ہی چھونا چاہئے۔ بغیر وضو کے قرآن مجید کو پڑھا تو جا سکتا ہے لیکن اس کو ہاتھ لگانے یا چھونے کی اجازت نہیں البتہ اگر اس کے اوپر غلاف ہے تو پھر ہاتھ لگایا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید کی طرف پشت کرنا' پاؤں کا پھیلانا' پاؤں کو اس سے اونچا کرنا یا اس سے اونچا بیٹھنا انتہائی نامناسب عمل ہے۔ اس سے قرآن مجید کی توہین ہوتی ہے جو گناہ ہے۔

ختم قرآن کی مجلس میں عموماً اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا اور کسی احتیاط اور احترام کو پیش نظر رکھے بغیر قرآن مجید کی طرف پشت کر دی جاتی ہے۔ سیپارے پڑھتے ہوئے لوگوں کے درمیان میں آمد و رفت رہتی ہے' سیپاروں کی طرف پشت کر کے بلا جھجک سجدۂ تلاوت کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسی صورت میں سجدۂ تلاوت بعد میں ادا کیا جانا چاہیے۔ یہ سب باتیں احترام قرآن کے منافی اور قابل گرفت ہیں۔ آداب قرآن مجید میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زندگی میں کوئی دن اس کی زیارت سے خالی نہ گزرے کیونکہ قرآن مجید کو نظر بھر کر دیکھ لینا بھی عین عبادت اور باعث ثواب ہے۔

قرآن مجید کو مناسب اونچی جگہ پر رکھنا چاہیے تاکہ گھومتے پھرتے اس کی طرف پشت ہونے کا احتمال نہ رہے۔ دوران تلاوت قلم' عینک یا اور کوئی چیز قرآن مجید پر نہیں رکھنی چاہیے۔

اگر زیادہ اور مختلف کتابیں ہوں تو سب سے اوپر بغیر ترجمے کا قرآن مجید رکھنا چاہیے اس کے نیچے ترجمے والا قرآن مجید پھر تفسیر اور پھر کتب احادیث اور ان کے بعد کتب فقہ اور دیگر

کتابیں رکھی جانی چاہئیں۔قرآن حکیم کے بوسیدہ اوراق کا احترام بھی ضروری ہے۔بوسیدہ اوراق کو اکٹھا باندھ کر قبرستان میں زمین کھود کر دفن کر دینا چاہیے۔

عقیدہ:

۱۔ بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں۔ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔

i۔ تورات۔حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔

ii۔ زبور۔حضرت داؤد علیہ السلام پر۔

iii۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

iv۔ قرآن مجید سب سے افضل کتاب ہے۔سب سے افضل رسول حضور پرنور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر۔

۲۔ کلام الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونے سے مراد یہ ہے کہ ہمارے لئے اس میں ثواب زائد ہے ورنہ اللہ ایک' اس کا کلام ایک' اس میں افضل اور مفضول کی گنجائش نہیں۔

۳۔ تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں اور سب کلام اللہ ہیں۔ان میں جو کچھ ارشاد ہوا سب پر ایمان ضروری ہے۔

۴۔ پہلی کتابوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اس امت کے سپرد کی جن کیلئے کتاب نازل ہوئی تھی جو اس کی حفاظت نہ کر سکے۔کلام الٰہی جیسا اترا تھا ان کے ہاتھوں میں ویسا باقی نہ رہا۔انہوں نے اپنی اپنی الہامی کتابوں میں تحریفیں کر دیں یعنی اپنی خواہش کے مطابق گھٹا بڑھا دیا۔بحرحال اصل کتابوں پر اور رسولوں پر ہمارا ایمان ہے۔

۵۔ چونکہ دین اسلام قیامت تک کیلئے ہے لہٰذا قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھی۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

''بیشک ہم نے ہی اتارا ہے اس ذکر (قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' (الحجر:۹)

قرآن حکیم پچھلی سب کتابوں اور صحائف کا جامع اور ناسخ ہے اور عمل صرف قرآن پر ہی لازم ہے لہٰذا قرآن مجید میں کسی حرف' شوشہ اور نقطہ کی کمی بیشی محال ہے۔ اگرچہ ساری دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے پھر بھی تحریف نہیں کر سکتی۔

۶۔ اگر کوئی یہ کہے یا ایمان رکھے کہ اس میں کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا یا بدل دیا قطعاً کافر ہے۔

۷۔ پہلی کتابیں صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی کو زبانی یاد ہوتی تھیں جبکہ قرآن عظیم کا یہ معجزہ ہے کہ اسے مسلمانوں کا بچہ بچہ یاد کر لیتا ہے۔

(ماخوذ از بہار شریعت' حصہ: اول' صفحہ: ۷-۸)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبوت

نبوت ایک ایسا منصب ہے جو کسی نہیں یعنی کوشش یا عبادت و ریاضت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور بخشش ہے جو روز ازل ہی سے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا کر دیا تھا۔

نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان دنیوی اور اخروی رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ انبیاء کرام تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

منصب نبوت کی تین خصوصیات ہیں:

۱۔ غیبی امور پر من جانب اللہ اطلاع ملنا جیسے احکام شریعت اور راہنمائی۔

۲۔ خوارق کا ظہور یعنی خلاف عادت واقعات کا اظہار' جسے شریعت میں معجزہ کہتے ہیں۔

۳۔ فرشتے کے ذریعے وحی الٰہی کی آمد یا فرشتوں کو مختلف صورتوں میں دیکھنا یا ان کی موجودگی کو محسوس کرنا۔

اللہ تعالیٰ (خالق کائنات) نے اپنی اشرف المخلوقات (انسانوں) کی دنیوی کامرانی اور اخروی نجات وفلاح کی راہنمائی کیلئے سلسلہ نبوت جاری فرمایا اور انسان کو پیدا فرما کر اسے اپنا خلیفہ نامزد کیا اور بیشمار صلاحیتوں سے بہرہ مند فرمانے کے ساتھ ہی انسان پر یہ بات واضح فرما دی کہ کائنات کا خالق' معبود و مسجود اور حاکم اعلیٰ میں یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہوں۔ جس کا اقرار اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ساری نسل انسانی سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا اور دنیا میں ان کی ہدایت و راہنمائی کیلئے سلسلۂ نبوت قائم کر دیا تاکہ سارے انسان اپنی ہدایت اور رہنمائی انبیاء کرام علیہم السلام سے حاصل کر کے نیکی اور کامیابی کی راہ کو اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام مردوں ہی سے منتخب فرمائے' کوئی عورت کبھی اس منصب عالی پر فائز نہیں ہوئی۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيٓ إِلَيۡهِم مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡقُرَىٰٓ ۔

''اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو نبی بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔'' (یوسف:۱۰۹)(النحل:۴۳)(الانبیاء:۷)

رسولوں اور نبیوں نے بھی اپنی بشریت کا ان الفاظ میں برملا اعلان فرمایا:

قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ إِن نَّحۡنُ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنۡ عِبَادِهِۦ ۔

''لوگوں سے ان کے رسولوں نے کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے بشر اور انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں شرف نبوت سے نوازا ہے اور وہ خدا (اللہ تعالیٰ) جس پر چاہتا ہے احسان فرما دیتا ہے۔'' (ابراہیم:۱۱)

نبی اللہ کے بندوں کی دنیوی و اخروی امور میں ہدایت اور راہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا کرتے تھے۔

عام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں لیکن دوسرے کمالات نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بہت بلند درجہ تک پہنچا دیا ہے اور ان کی حقیقت ہی اور ہو چکی ہے گویا یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقت مشترکہ انسانی سے بلند و برتر ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ' جلد: ۳' ص: ۱۶۳)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیائے کرام کا ایک سنہری سلسلہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا۔

ہر نبی اور ہر رسول صرف اپنی اپنی قوم اور امت کیلئے مبعوث ہوا لیکن حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کیلئے ساری کائنات کیلئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ آپ جس طرح تمام انسانوں کی طرف رسول مبعوث ہوئے ہیں اسی طرح جنوں کی طرف بھی مرسل ہیں۔ سورہ جن میں جنات کا مسلمان ہونے اور کافر ہونے کا ذکر بھی ہے اور اس سورہ میں توحید کی تلقین

اور شرک کی مذمت بڑی نمایاں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً۔

''میں تمام مخلوق کی طرف رسول بھیجا گیا ہوں۔'' (مسلم شریف)

آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک کیلئے ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ ہی کوئی نئی شریعت آئے گی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرائض منصبی:

توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت کے علاوہ منصب نبوت کے چند اور فرائض کی طرف قرآن مجید نے توجہ دلائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلاً مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔

''جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول (ﷺ) تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔''

(البقرہ:۱۵۱) (جمال القرآن)

یعنی قرآن مجید کی تعلیم' احکام و مسائل وضاحت اور امر و نہی کی تشریح' اسرار و رموز شریعت کی عقدہ کشائی' تعلیم حکمت (سنت) اور اطوار و اخلاق کی پاکیزگی' سیرت و کردار کی تربیت کا اہم کام آپ ﷺ کے سپرد کیا گیا۔

آپ ﷺ نے اس فرض منصبی کو بطریق احسن سرانجام دیا اور ایسا مثالی معاشرہ قائم فرمایا جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ﷺ ﷺ ﷺ

بعثت انبیاء

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۔

''اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔''

(الفاطر: ۳۵، آیت: ۲۴)

اس کائنات ارضی و سماوی کے پیدا کرنے والے رب العالمین نے پہلے انسان آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انہیں نبوت کے اعجاز سے سرفراز فرمایا۔ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے دنیا میں نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔ لہٰذا آپ علیہ السلام عالم انسانیت کے جد اول ٹھہرے۔

آپ علیہ السلام کو خالق کائنات نے زمین پر اپنا نائب بنایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے اس سرزمین پر تشریف لانے سے قافلۂ انسانیت رواں دواں ہوا۔ انسان کی تخلیق میں جسمانی نشوونما کی صلاحیت رکھی۔ عقل و شعور کا امتیاز بخشا تو ہدایت و راہنمائی کا اہتمام بھی فرمایا۔ اس طرح تخلیق اور ہدایت کی ابتدا ہونے لگی۔ نسل انسانی پھیلنے لگی تو زمین کے مختلف گوشے آباد ہوئے۔

آبادی کی کثرت کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی ضرورت کے مطابق تعداد میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ ہر عہد میں نسل انسانی کی راہنمائی اور ہدایت کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے۔

ابتداء ہی سے طرز معاشرت کے فرق اور زمان و مکان کی دوری کے باوجود تمام انبیاء کرام علیہم اسلام کی تعلیمات اور ہدایت کی بنیاد دین اسلام تھی جس میں توحید کا عقیدہ قدر مشترک رہا۔ انہیں عقیدۂ توحید کی خاطر بڑی محنت اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا۔ ان میں سے بعض کو قتل کر دیا گیا اور بعض کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ بے حد وحساب ظلم کے باوجود تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے منصب کے تقاضوں کے مطابق اسلام کی دعوت دیتے رہے۔

ایک ہی زمانہ میں بیک وقت مختلف اقوام اور علاقوں میں انبیاء کرام ہدایت اور راہنمائی کیلئے مبعوث ہوتے رہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں حضرت لوط علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام کے وقت میں حضرت یوسف علیہ السلام' اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر ملتا ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دور میں حضرت زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ غرضیکہ دنیا میں کوئی قوم اور کوئی ملک ایسا نہ تھا جہاں انسانی آبادی ہو اور وہاں اللہ تعالیٰ کا نبی یا رسول ان کی راہنمائی کیلئے نہ آیا ہو۔

یہ سلسلہ نبوت و رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا۔

۱۔ انبیائے کرام ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کیلئے ہمیشہ مردوں ہی کو منتخب فرمایا۔ کوئی عورت کبھی اس منصب پر فائز نہیں ہوئی۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی۔

''اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو نبی بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔'' (یوسف:۱۰۹)(النحل:۴۳)(الانبیاء:۷)

حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی بھیجے۔ بعض کا صریح ذکر قرآن مجید میں ہے اور بعض کا نہیں۔ جن کے اسمائے طیبہ بالتصریح قرآن مجید میں ہیں وہ یہ ہیں: (نوٹ: یہ اسمائے گرامی ترتیب زمانہ کے مطابق نہیں)

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام	۲۔ حضرت نوح علیہ السلام	۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
۴۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	۵۔ حضرت اسحاق علیہ السلام	۶۔ حضرت یعقوب علیہ السلام

۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام ۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ۹۔ حضرت ہارون علیہ السلام
۱۰۔ حضرت شعیب علیہ السلام ۱۱۔ حضرت لوط علیہ السلام ۱۲۔ حضرت ہود علیہ السلام
۱۳۔ حضرت داؤد علیہ السلام ۱۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ۱۵۔ حضرت ایوب علیہ السلام
۱۶۔ حضرت زکریا علیہ السلام ۱۷۔ حضرت الیاس علیہ السلام ۱۸۔ حضرت یسع علیہ السلام
۱۹۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام ۲۰۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۲۱۔ حضرت یونس علیہ السلام
۲۲۔ حضرت ادریس علیہ السلام ۲۳۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام ۲۴۔ حضرت صالح علیہ السلام
۲۵۔ حضور سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(بہار شریعت، حصہ: اول)

نبی اور رسول:

علماء اصول نے نبی اور رسول میں یہ فرق کیا ہے کہ نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس پر وحی اترے اور رسول وہ شخص ہے جو کتاب اور وحی دونوں کا حامل ہو۔ یعنی رسول کو نبی پر خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

(بیضاوی، اصول الدین، ص: ۵۴)

اولی العزم انبیاء و مرسلین:

انبیاء کرام کے مختلف درجے ہیں۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

''یہ سب رسول، ہم نے فضیلت دی ہے (ان میں سے) بعض کو بعض پر ان میں سے کسی سے کلام فرمایا اللہ نے اور بلند کئے ان میں سے بعض کے درجے۔'' (البقرہ: ۲۵۳)

اور سب سے افضل ہمارے آقا و مولا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کا۔

ان حضرات کو مرسلین اولوالعزم کہتے ہیں اور یہ تمام انبیاء کرام ومرسلین' انس وملک' جن وجمیع مخلوقات الہیہ سے افضل ہیں۔

جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام رسولوں علیہم السلام کے سردار اور سب سے افضل ہیں۔ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ (بہار شریعت' حصہ اول' ص:۱۰)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محبوبیت کا تاج پہنایا اور مصطفائی ومجتبائی کے مرتبہ پر فائز فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدارت سے سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو رونق بخشی اور انسانیت ومرتبہ کمال تک پہنچایا۔ (تنویر التاثی' ص:۱۵)

بعثت انبیاء کی حکمتیں:

قرآن کریم میں بعثت انبیاء علیہم السلام کی حکمتیں بکثرت آیات میں بیان کی ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے۔'' (النساء:۶۴)

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ

''اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشخبری سنانے کیلئے اور (عذاب جہنم سے) ڈرانے کے لئے۔'' (الانعام:۴۸)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا

''اور جو شخص حکم مانتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا تو وہی شخص حاصل کرتا ہے بہت بڑی کامیابی۔'' (احزاب:۷۱)

مَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ

''جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی۔'' (نساء:۸۰)

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

''یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔'' (آل عمران:۱۶۴)

مذکورہ بالا آیات مبارکہ ضرورت نبوت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت مندرجہ ذیل حکمتوں کی نشاندہی کرتی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرانا۔

۲۔ علم غیب سے متعلق آخرت کی خوشخبری دینا اور عذاب الٰہی سے ڈرانا۔

۳۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا نجات اخروی اور سعادت ابدی کیلئے مشروط ہونا۔

۴۔ اطاعت رسول کا اطاعت خداوندی ہونا تاکہ بندوں کیلئے اطاعت الٰہی کی راہ متعین ہوجائے۔

۵۔ آیات آلٰہیہ کی تلاوت کرنا۔

۶۔ ایمان والوں کا ظاہر و باطن پاک کرنا۔

۷۔ کتاب الٰہی اور حکمت و دانائی کی تعلیم دینا۔

مذکورہ بالا ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے بعثت انبیاء علیہم السلام پر غور کیا جائے تو یقیناً عظمت نبوت کا اقرار کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام میں مذکورہ بالا ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ برآ ہونے کیلئے منصب نبوت کے ساتھ وہ تمام قوتیں اور صلاحیتیں بھی عطا فرمائیں ہیں جن کا ہونا ان کیلئے ضروری تھا۔

نبی تمام مخلوق سے اشرف اور بلند مرتبہ انسان ہوتا ہے۔

دنیائے انسانیت کا یہ عظیم الشان نظام دامن نبوت سے وابستہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جن افراد انسانی کا رابطہ بارگاہ نبوت سے قائم نہیں ہوا وہ حیوانیت اور درندگی کے گڑھوں میں جا گرے۔

معجزات:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے دعوائے نبوت کی سچائی کی دلیل کے طور پر ہر نبی کو حسب حال معجزات عطا فرمائے جنہیں وہ اپنی حقانیت کے اظہار میں منکرین کے طلب کرنے پر معجزات کا اظہار فرماتے جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ (اونٹنی)، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا اور ید بیضا (ہاتھ کا سورج کی طرح چمکنا) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کر دینا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا۔

خصوصیات انبیاء کرام علیہم السلام:

۱۔ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح حیات (زندہ) ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ ترجمہ: ''ہر ایک موت کا مزا چکھنے والا ہے۔'' (العنکبوت:۲۹، آیت:۵۷) کے مطابق ایک آن ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے۔ ان کی حیات، حیات شہداء سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

۲۔ تمام انبیاء کی بعثت خاص کسی ایک قوم کی طرف تھی جبکہ حضور اقدس ﷺ تمام مخلوقات انسان، جن، ملائکہ، حیوانات، جمادات سب کی طرف مبعوث ہوئے۔ جس طرح ہر انسان کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت فرض ہے اسی طرح ہر مخلوق خدا پر حضور ﷺ کی فرمانبرداری ضروری ہے۔

حضور پرنور سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کا دین پہلے دینوں کا جامع بھی ہے اور ناسخ بھی ہے اور آپ ﷺ کی کتاب قرآن مجید پہلی کتابوں سے افضل ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت کو کوئی منسوخ کرنے والا نہ ہوگا اور آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی اور عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے وہ آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کی امت کی حیثیت سے رہیں گے۔

(مکتوب: ۶۷، مکتوبات امام ربانی، جلد: سوئم، ص: ۲۶)

۳۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔ ان سے کسی حالت میں بھی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔

۴۔ تمام انبیاء بشر ہیں مگر ان کی بشریت سب انسانوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ کوئی غیر نبی نہ ان کا ہمسر ہے نہ ہم مرتبہ۔ گویا یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقت مشترکہ انسانی سے بلند و برتر ہیں بلکہ کامل انسان ہی صرف یہ ہیں۔

۵۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔ نبی کے معنی ہی یہ ہیں کہ غیب کی خبریں دینے والا۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ عالم جمیع مَا کَانَ وَمَا یَکُونَ ہیں۔

۶۔ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے وحی بھیجی ہو۔ رسالت صرف بشریت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں جیسے جبریل و میکائیل علیہما السلام۔

۷۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام مردوں میں سے تھے۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔

۸۔ نبی ہونے کیلئے اس پر وحی کا آنا ضروری ہے خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلا واسطہ۔

۹۔ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔

۱۰۔ انبیاء کرام علیہم السلام تمام مخلوق یہاں تک کہ رسل ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔

۱۱۔ نبی کی تعظیم فرض عین ہے۔ کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے اور مرتکب واجب القتل ہے۔

۱۲۔ سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہوئے اور سب سے پہلے رسول جو کفار کی طرف بھیجے گئے وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

۱۳۔ انبیاء کی کوئی تعداد معین کرنا جائز نہیں لہٰذا یہ اعتقاد ہونا چاہیے کہ ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔ تاہم حدیث صحیح میں تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش آئی ہے لیکن یہ عدد وتعداد قطعی نہیں۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو دعویٰ نبوت کی صداقت کیلئے مناسب حال معجزات سے سرفراز فرماتا ہے جنہیں منکرین کے سامنے اپنی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش فرماتے اور جسے دیکھ کر منکرین عاجز رہتے۔

۱۵۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب قیامت تک کوئی نبی اور رسول منصب نبوت ورسالت سے سرفراز ہوکر پیدا نہیں ہوگا۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیب پر اطلاع دی۔ یہ علم غیب ان کو اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہے لہٰذا ان کا علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ ہے ذاتی نہیں ہے۔

۱۷۔ منصب شفاعت حضور ﷺ کو دیا جا چکا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: أُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ۔ ''مجھے شفاعت کا منصب عطا فرمایا گیا۔'' آپ ﷺ کا ارشاد ہے: شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ ''میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں

کیلئے نہیں۔" حدیث میں ہے جو آپ ﷺ کی شفاعت کا انکار کرے وہ آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم ہے۔ (بخاری شریف)(مسلم شریف، ص:۱۹۹)

۱۸۔ حضور ﷺ کی محبت مدار ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان ہے۔ جب تک حضور ﷺ کی محبت ماں، باپ، اولاد اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہو اس وقت تک سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

ﷺ ﷺ ﷺ

خلقتِ محمدی ﷺ

ذات مقدس حضرت محمد ﷺ کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقت محمدی ﷺ ہے۔

خلقتِ محمدی ﷺ تمام موجودات عالم سے پہلے ہے۔ اس کا اقرار وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ ''میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔'' (سورہ الانعام: ۱۶۳) میں واضح اشارہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک جوہر مقدس اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے پہلے جلوہ گر ہوئی۔

(عرائس البیان، جلد: ا، ص: ۲۳۸)

اس لئے ذات پاک محمد یہ ﷺ کی خلقتِ اصلِ کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا

''اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر۔ کہا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ بولے کیوں نہیں (بیشک تو ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں۔'' (سورہ اعراف: ۱۷۲)

تمام نفوس بنی آدم علیہ السلام سے پہلے حضور ﷺ کے نفس قدسی نے بلیٰ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم نے حضور ﷺ کے اقرار پر اقرار کیا۔

اس واقعہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ذات پاک مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی۔ اجسام سے قبل عالم امر میں انبیا علیہم السلام کا موجود ہونا قرآن سے ثابت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ذات محمدی ﷺ بطریق اولیٰ عالم ارواح میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَآ اٰتَيْتُكُم مِّن كِتٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُم مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

''اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے اور آئے تمہارے پاس رسول معظم جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور بر ضرور ایمان لانا اور ضرور بر ضرور اس کی مدد کرنا۔ (اور پھر) فرمایا کیا تم نے اس پر اقرار کر لیا اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کر لیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا۔ فرمایا تو اب تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (آل عمران:۸۱)

حضرت علی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی میں سید الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ان پر ایمان لانا اور ان کی امداد کرنا۔ نیز انہیں یہ بھی حکم دیا کہ اپنی اپنی امت سے بھی یہ عہد لیں کہ اگر تمہاری زندگی میں ختم المرسلین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی امداد کرنا۔ (روح المعانی)

یہ واقعہ عالم ارواح کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت اس وقت نہ ہوئی ہوتی تو اس عہد و اقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خلقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے ہے۔ قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح ارشادات پائے جاتے ہیں جن میں کچھ آیات کریمہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور احادیث صحیحہ میں تو وضاحتہً اس کا ذکر ہے کہ

حضور ﷺ اول خلق ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا جس کا ذکر پہلے صفحات میں "تخلیق کائنات" کے تحت وضاحتاً گزر چکا ہے۔

ذات پاک محمدیہ ﷺ کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ آیہ کریمہ: وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔ (سورہ الانعام آیت: ۱۶۳) سے حضور ﷺ کی اولیت خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک اور جوہر مقدس اللہ تعالیٰ کے سوا تمام کائنات سے پہلے تھا۔ (عرائس البیان جلد: ۱، ص: ۲۳۸)

حدیث:

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو نور محمدی ﷺ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر تھا۔" (تفسیر کبیر امام رازی)

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور علیہ السلام کا بدن مبارک بھی نور تھا۔ صاحب روح المعانی حضور ﷺ کے اول خلق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ تیرے نبی کا نور تھا۔ اے جابر؟ (تفسیر روح المعانی، پ: ۱۷، ص: ۹۱)

"حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا آپ علیہ السلام کی عمر کتنے سال ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا حضور ﷺ اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام میرے رب کی عزت وجلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔"

(انسان العیون جلد: ۲۹۔ روح البیان، جلد: ۳، ص: ۵۴۳)

ﷺ ﷺ ﷺ

ولادتِ محمدی ﷺ

اس دار دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیدا ہونا ولادت وظہور محمدی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا جوان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ یہ نور مبین پاک پشتوں اور ارحام طیبہ (پاک رحموں) میں منتقل ہوتا رہا۔ جیسا کہ ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباؤ اجداد سفاح جاہلیت (اخلاقی برائی) سے پاک تھے اور میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا۔ یعنی میرے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی بے راہ روی کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلاب طیبہ اور ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔

(مواہب اللدنیہ جلد:1)

نور مبین کی پاکیزگی اور فیضان:

حضور نبی اکرم نور مجسم ﷺ کا جسم اقدس اتنا لطیف ہے کہ اس میں کسی قسم کی جسمانی، عنصری اور مادی کثافت نہیں بلکہ اللہ کریم کے اسم صفت لطیف کا مظہر اتم ہیں۔ اسی نور مبین کو پاک وصاف رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام آباوامہات کو شرک وکفر کی نجاست اور اخلاقی برائی کی آلودگی سے محفوظ رکھا۔

اسی نور کی برکت سے آپ ﷺ کے تمام نسبی آباؤ اجداد نہایت حسین اور مرجع خلائق تھے۔ اسی نور کی بدولت حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرشتوں کے مسجود الیہ بنے اور اسی نور کے وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔

یہی وہ نور تھا جس کی برکت سے کشتی نوح طوفان میں محفوظ ومامون رہی۔ اسی نور کی بدولت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے آتش نمرود گلزار ہوگئی۔ غرضیکہ یہی وہ نور مقدس ہے جس کے

فیضان سے حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر اللہ تعالیٰ کی عنایات ہوئیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔''

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر ان کی اولاد میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمالیا۔'' (مشکوٰۃ شریف)

دلائل النبوۃ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں تمام مشارق و مغارب (مشرق و مغرب) میں پھرا میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا۔ نہ خاندانِ بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔'' (انسان العیون جلد:۱ ص:۲۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ماجدین سے لے کر حضرت آدم وحوا علیہما السلام تک تمام آباء وامہات مومن ہیں اور کسی کا کفر و شرک قطعاً ثابت نہیں اور وہ اس نجاست سے بالکلیہ پاک تھے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اصحاب فیل کا بادشاہ ابرہہ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کیلئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کرنے آیا تو حضرت عبدالمطلب قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھ گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک جناب عبدالمطلب کی

پیشانی میں بشکل ہلال نمودار ہوکر اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی پیشانی کے نور کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ واپس چلو۔ میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم غالب رہیں گے۔

(مواہب اللدنیہ جلد:۱ ص:۱۵)

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے۔ انہیں چھڑانے کیلئے جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت وہیبت نور مقدس کی وجہ سے ابرہہ از راہ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اترا اور جناب عبدالمطلب کو پکڑ کر اپنے برابر تخت پر بٹھالیا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مقدس کی عظمت تھی کہ اس کی وجہ سے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم وتکریم کرتے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول۔ تاریخ حبیب اللہ)

حضرت عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب مکہ میں قحط پڑتا تو قریش عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر پر لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے حق تعالیٰ سے بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے باران عظیم مرحمت فرماتا۔ (مواہب اللدنیہ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ آپ کے نور مبین کی کرنوں کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش میں ایک تابندہ نور تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ قریش کی عورتیں ان پر فدا تھیں مگر حضرت عبداللہ کا چہرہ جس نور مبین کی کرنوں کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا وہ انہیں کسی کی طرف نگاہ اٹھانے کی اجازت دیتا تھا۔ آپ نے ہر بار بڑی بے نیازی اور حقارت سے ایسی پیش کشوں کو ٹھکرا دیا۔

حضرت عبدالمطلب کی خواہش کے مطابق حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کردیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جبین سعادت سے منتقل ہوکر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں قیام پذیر ہوا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس صبح سرکار دوعالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی میں نے ایک نور دیکھا کہ جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ یہاں تک کہ میں ان کو دیکھ رہی تھی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک نور نکلا جس نے سارے گھر کو بقعہ نور بنادیا اور ہر طرف نور ہی نور نظر آتا تھا کہ اس نور سے آپ ﷺ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔ (ماخوذ از ضیاء النبی حصہ: اول ودوم)

سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی آمد وہ عظیم المرتبت انعام ہے جس کو منعم حقیقی (اللہ تعالیٰ) نے اپنی قدرت کی زبان سے خصوصی طور پر علیحدہ ذکر کیا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝

''یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن وسنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔'' (آل عمران: ۱۶۴)

اس انعام کی خصوصی شان یہ ہے کہ دیگر انعامات اپنوں اور بیگانوں خاص اور عام مومن اور کافر سب کیلئے ہیں مگر اس لطف وکرم سے اہل ایمان کو سرفراز فرمایا۔

(ضیاء النبی حصہ: دوم ص: ۴۴-۴۵)

حضور سید عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشریت بھی عطا فرمائی اور نورانیت بھی۔ آیت قرآنیہ قُلْ إِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ ''آپ فرمائیں کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح۔''

(سورہ الکہف' آیت:۱۱۰) اور حدیث شریف: فَأَنَا بَشَرٌ ۔حضور ﷺ کی بشریت کی دلیل ہے اور قَدْ جَآئَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔ ''بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور۔'' (سورہ المائدہ' آیت:۱۵) اور حدیث پاک: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کی دلیل ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نورانی اوصاف بشریت کے اعتبار سے معجزہ ہیں اور بشری اوصاف نورانیت کے لحاظ سے معجزہ ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ کی ذات پاک بشریت اور نورانیت کی جامع ہونے کی وجہ سے سراپا معجزہ ہے۔ (مقالات کاظمی' حصہ: اول' ص:۱۸۵)

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ:

''آپ ﷺ کی حقیقت نور ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ ذات حق سے مخلوق ہیں۔ آپ ﷺ کی حقیقت عام انسانوں کی حقیقت سے بالکل الگ ہے۔

اسی بات کو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے:

لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ (صحیح بخاری جلد اول' مطبوعہ: مصر)

''میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں ہوں۔'' (مکتوب: ۶۷' جلد: سوئم)

امام قسطلانی ﷫ مواہب لدنیہ جلد اول وجلد ثالث میں فرماتے ہیں:

''اس بات کو ذہن میں رکھو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کمال ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف کو ایسا پیدا فرمایا جس کی مثل نہ کوئی آپ ﷺ سے پہلے پیدا ہوا اور نہ آپ ﷺ کے بعد پیدا ہوگا۔

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلق و پیدائش دوسرے انسان کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ افراد عالم میں سے کسی بھی فرد

کے ساتھ آپ ﷺ کی پیدائش کوئی مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور دوسرے کسی کو بھی یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ

کُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ

''ساری مخلوق میرے نور سے ہے اور میں اللہ کے نور سے۔''

(مواہب اللدنیہ۔ زرقانی) (ماخوذ از مکتوب ۶۷ جلد: سوئم ترجمہ: مولانا محمد سعید احمد نقشبندی)

ﷺ ﷺ ﷺ

بعثت محمدی ﷺ

نزول وحی سے مشرف ہو کر مخلوق خدا کو دین حق کی طرف بلانے کا حکم ہونا بعثت محمدی ﷺ ہے۔

جمیع انبیاء کرام علیہم السلام بشمول سید الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کو عالم ارواح میں نبوت کامل جاننا نص قرآن سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

''اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی پھرے اس (پختہ عہد) کے بعد تو وہی لوگ فاسق ہیں۔'' (آل عمران:۸۱-۸۲)

مذکورہ بالا آیت میثاق میں اللہ تعالیٰ کا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح سے حضور خاتم النبیین رحمتہ اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی مدد کرنے کا وعدہ لیتے وقت نبیین کا ذکر فرمانا جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کو مخاطب فرمایا۔ لفظ ''النبیین'' سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمانا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ عالم ارواح میں ان سب کو نبوت و رسالت کے منصب جلیلہ سے سرفراز فرما دیا گیا ہوا تھا۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ منصب رسالت و نبوت عالم ارواح میں ہی مل چکی تھی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پیدا ہونے سے پہلے ہی نبی تھے۔ جہاں تک اعلان نبوت کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب اور جس وقت وحی کا نزول ہوتا ہے۔ نبی منصب نبوت و رسالت کی تبلیغ کا فریضہ انجام دینا شروع کر دیتا ہے۔

نبوت و رسالت کا چالیس سال کے بعد ملنے کا قرآن و حدیث میں کہیں ذکر نہیں۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی پیدائش کے چند روز بعد ہی اپنی نبوت اور کتاب (انجیل) کا اعلان فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝

''لوگ کہنے لگے ہم کیسے بات کریں اس سے جو گہوارہ میں کمسن بچہ ہے۔ (اچانک وہ بچہ بول پڑا) کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔'' (سورہ مریم: ۲۹-۳۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو نبوت کب ملی؟

حضور ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ یعنی آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی کہ میں نبی تھا۔

(ترمذی شریف اور ابونعیم)

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے بھی پہلے نبی تھے۔

اس کے علاوہ اس ضمن میں کئی احادیث روایت کی گئی ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے اللہ کے نزدیک ان کے نبی اور خاتم النبیین ہونے کا ذکر موجود ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بچپن سے جوانی (چالیس سال کی عمر مبارک تک) مکہ میں بھرپور اور مثالی زندگی گزاری۔ نوجوانی میں بکریوں کی گلہ بانی بھی فرمائی' جوانی میں تجارت بھی کی۔ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ سے مکہ اور گردونواح کے قریشی اور غیر قریشی بہت متاثر و گرویدہ تھے۔ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے بلاتے تھے جس سے نبوت و رسالت کے اوصاف پائے جاتے تھے۔

بعثت محمدی ﷺ اور نزول وحی:

جب آپ ﷺ چالیس برس کے ہوئے تو آپ ﷺ کو خلوت محبوب ہو گئی۔ آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز وہاں رہتے۔ نزول وحی سے قبل ہی آپ ﷺ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک مرتبہ اچانک دوشنبہ (پیر) کے روز حضرت جبرائیل علیہ اسلام سورہ علق کی شروع کی آیتیں آپ ﷺ پر لائے۔

کچھ عرصہ بعد سورہ مدثر کی شروع کی آیتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے حسب حکم قُمْ فَاَنْذِرْ "اٹھیے اور لوگوں کو ڈرایئے" دعوت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ۔ پھر یہ آیت آئی:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ

"آپ (ﷺ) اعلان کر دیجئے جس کا آپ (ﷺ) کو حکم دیا گیا۔" (الحجر: ۹۴)

آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اس وقت کے دستور کے مطابق قریش کو پکارا۔ قریش جو آپ ﷺ کی چالیس سالہ پاکیزہ بے مثال زندگی کے مداح تھے فوراً اپنے اپنے گھروں سے نکلے اور کوہ صفا پر پہنچے اور آپ ﷺ سے بلانے کی وجہ پوچھی۔ آپ ﷺ نے انہیں کچھ بتانے سے پہلے قریش مکہ سے استفسار فرمایا کہ میں نے آپ میں چالیس سال گزارے ہیں۔ میری پیدائش سے لے کر بچپن، لڑکپن اور جوانی کا عرصہ آپ کے پاس ہی گزرا اس چالیس سالہ زندگی میں آپ نے مجھے کیسا پایا؟

سبھی نے بیک زبان ہو کر جواب دیا: آپ ﷺ صادق اور امین ہیں۔ آپ ﷺ کو ہم نے ہمیشہ سچا پایا۔ آپ ﷺ کی امانت و دیانت مسلم یعنی تسلیم شدہ ہے۔

قریش مکہ کے اس جواب کے بعد آپ ﷺ نے انہیں اللہ کا حکم سنایا اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا جسے سنتے ہی وہ سب آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ذرا غور تو کرو جب میری امانت اور دیانت تمہارے نزدیک ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے تو پھر میری اس بات کو مان لو کہ یہ کلام الٰہی ہے۔

قرآن مجید میں آپ ﷺ کی اس دعوت کو یوں بیان فرمایا گیا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

''میں تو گزار چکا ہوں تمہارے درمیان عمر (کا ایک حصہ) اس سے پہلے کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔'' (یونس:۱۶)

اس کے کچھ عرصہ بعد سورہ مدثر کی پہلی چند آیتیں نازل ہوئیں:

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○

''اے چادر لپیٹنے والے۔ اٹھیے اور لوگوں کو ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے۔'' (المدثر:۱-۳)

ان آیات کریمہ کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے علی الاعلان دعوت شروع کی۔ صدیوں سے بھٹکنے والوں کو نور توحید سے منور کرنے کیلئے شب و روز تبلیغ کے فریضہ سے عہدہ برآ

ہونے لگے۔ کفر و شرک کی مخالفت کا کوئی طوفان بھی آپ ﷺ کے قدموں کو اس فریضہ کی ادائیگی میں سدِ راہ نہ بن سکا۔ بشیر و نذیر رسول ﷺ کی انتھک کوشش سے معاشرہ میں تبدیلی آنے لگی۔

سعادت مند حضرات دعوت توحید و رسالت پر ایمان لانے لگے۔ آپ ﷺ کے جانثاروں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمت عالمین کی عظمت کے ساتھ سارے عالم انسانیت کیلئے مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پوری کائنات کیلئے ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر۔''

(سبا:۲۸)

اس آیت کی وضاحت اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی ہے۔

۱۔ اس نے مجھے جوامع الکلم فرمایا (یعنی قلیل الفاظ میں کثیر المعانی کو بیان کر دینا)۔

۲۔ اس نے رعب سے میری مدد کی۔

۳۔ میرے لئے غنیمت حلال کی گئی۔

۴۔ میرے لئے تمام روئے زمین مسجد قرار دی اور طہارت کا ذریعہ بنایا (یعنی تیمم)۔

۵۔ مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

۶۔ مجھے تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر سلسلۂ نبوت ختم کیا۔''

(بخاری شریف، جلد: اول، ص: ۴۱۸)

۷۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتیازات میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اپنی پشت مبارک کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح اپنے سامنے دیکھتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم گمان کرتے ہو کہ میرا قبلہ یہاں ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم تمہارا نماز میں خشوع وخضوع اور رکوع کرنا مجھ سے مخفی نہیں ہے۔ بیشک میں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔'' (مسلم شریف' کتاب الصلوٰۃ)

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ عرش سے اوپر کوئی نہیں گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ پہنچے جہاں جگہ نہیں۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خصائص مصطفیٰ ﷺ

آپ ﷺ رحمۃ للعالمین:

۱۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت عالمین کی عظمت کے ساتھ سارے عالم انسانیت کیلئے مبعوث فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

''اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا'' (الانبیاء: ۱۰۷)

آپ ﷺ کی نبوت:

۲۔ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی وسعت بے پایاں ہے جو کائنات کے ہر ذرے پر محیط ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

''اور ہم نے آپ کو پوری انسانیت کیلئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا''

(السبا: ۲۸)

نسل انسانی کیلئے ہدایت کا دائمی پیغام آپ ﷺ سے لوگوں تک پہنچا۔ تسلیم کرنے والوں کے لئے آپ ﷺ بشارت ہیں اور نہ ماننے والوں کیلئے ڈرانے والے بھی آپ ﷺ ہی ہیں۔

درودوسلام:

۳۔ رب کائنات اپنے رسول ﷺ پر کس قدر رحمتیں فرماتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo

''بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی مکرم پر۔
اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب ومحبت سے)
سلام عرض کیا کرو۔'' (الاحزاب:۵۶)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو درود بھیجنے کا حکم دیا اور سلام کے حکم میں تسلیماً کہہ کر تاکید فرمادی تاکہ ایسا نہ ہو کہ درود پڑھنے والوں سے سلام رہ جائے۔

اطاعت رسول ﷺ:

۴۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًاo

''جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے تمہیں ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔''

(النساء:۸۰)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اطاعت رسول ہی اطاعت حق ہے۔ وسیلۂ رسول خدا ﷺ کو چھوڑ کر خالق کائنات تک رسائی حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

آپ ﷺ کا کلام وحیٔ خدا:

۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی صداقت اور عظمت کا اعلان:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىo

''میرا حبیب (ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ آپ کا کلام وحی ہے جو کی جاتی ہے۔'' (النجم:۳-۴)

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات خواہشات نفس کے اظہار کیلئے نہیں ہوتے بلکہ بلاتخصیص وہ تمام تر وحی خدا ہوتا ہے۔

ختم نبوت کا اعزاز:

۶۔ ختم نبوت کا اعزاز آپ ﷺ کا امتیاز ہے۔ انبیاء کرام اور رسولان عظام علیہم السلام کا مختلف ادوار اور مختلف علاقوں میں مبعوث ہونے کا یہ سلسلۂ ہدایت حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہوا اور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر اختتام تک پہنچا۔ آپ افضل الرسل بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

(الاحزاب: ۴۰)

مذکورہ بالا فرمان باری تعالیٰ کے بعد اب جو شخص نیا نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ کذاب اور مرتد ہے۔ اب کسی ایسے مدعی کو کسی حوالے سے بھی تسلیم کرنا کفر ہے بلکہ ایسے مدعی نبوت سے کسی معجزہ کا طلب کرنے والا بھی کافر ہے۔

دین اسلام کا مکمل ہونا:

۷۔ نبی کریم ﷺ پر نبوت ختم ہوئی، دین مکمل ہوا، نعمت تمام ہوئی اور دین اسلام خالق کائنات کی رضا سے دائمی ضابطۂ حیات قرار پایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کر لیا۔'' (المائدہ: ۳)

یعنی دین اسلام جو تمام سابقہ انبیاء اور رسل کا دین تھا وہی دین اپنی کامل صورت میں تمہارے لئے پسند کر لیا گیا ہے۔ اس میں اضافہ اور تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ یہ آیت حضور نبی اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ جب دین مکمل ہو چکا اس کے احکام میں ردو بدل کی گنجائش نہ رہی تو پھر کسی دوسرے نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ (ضیاء القرآن)

اب آپ ﷺ کی کامل اتباع سب پر لازم ہے۔ یہی اطاعت الٰہی کا حوالہ ہے۔ اب آپ ﷺ ہی کی ذات مرجع خلائق ہے اور بخشش الٰہی کا وسیلہ بھی۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کا دربار ہی نجات کا ذریعہ اور کامرانیوں کی ضمانت ہے۔ اس دربار کا ادب ایمان کا تقاضا ہے۔ یہاں جنبشِ لب بھی اگر بے سلیقہ ہو جائے تو جرم ہے۔

آداب رسالت:

۸۔ آپ ﷺ کے آداب کا خود خالق کائنات نے اعلان فرمایا۔ دربار رسالت اس قدر عظیم اور حساس ہے کہ اس کی نزاکتوں کی وضاحت خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات کی آیات ایک سے ۵ تک میں فرمائی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

عَظِيمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''اے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے' بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا' جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو۔ جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔ اس بے ادبی سے کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ بیشک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے' یہی وہ لوگ ہیں مختص کر دیا ہے' اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کیلئے۔ انہی کیلئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ بیشک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لاتے' ان کے پاس تو یہ ان کیلئے بہت بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔'' (جمال القرآن)

ان آیات میں دربار نبوی کے بعض آداب اور عظمت رسالت کے کچھ ضابطے سمجھا دیئے گئے ہیں کہ یہ ایمان کی بقاء اور اعمال کی سالمیت کا مسئلہ ہے۔ اس لئے یہاں جنبش لب بھی ادب شناس ہونی چاہیے اور انداز حاضری بھی' وگرنہ سارے اعمال ضائع ہو جانے کی ایسی وعید ہے جس کے ضائع ہونے کا شعور تک بھی نہ ہو۔

ضابطۂ حیات:

i۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔

ii۔ اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ

اونچی آواز میں بولتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ رب کائنات کا حکم ہے۔ جو ہر جنبش لب اور ہر حرف وکلمہ کو سنتا بھی ہے۔

iii۔ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک کو کسی صورت اپنے جیسا نہ سمجھو۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ سے گفتگو کا لہجہ بھی بڑا محتاط ہونا چاہیے۔

iv۔ آداب شناسی روح ایمان ہے کہ اس دربار کے آداب ملحوظ نہ رہیں تو تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جس کیلئے نادانستہ ہونے کا جواز بھی تلافی نہیں کرتا۔ لاتشعرون نے حد درجہ احتیاط کا پیغام دیا ہے۔

v۔ رسول اکرم ﷺ کے دربار میں اپنی آوازوں کو پابند آداب رکھنے والے ہی محترم ہیں کیونکہ پروردگار عالم نے ان کے دلوں کو آزمایا ہے اور وہ تقویٰ کی آزمائش میں سرخرو رہتے ہیں۔ ان ہی کیلئے مغفرت کا پیغام ہے۔

vi۔ حاضری کے موقع پر در اقدس پر بیباکانہ آوازیں نہ دی جائیں کہ یہ عامیانہ طریقہ ہے اور یہ حجرات عام مکانات نہیں۔ یہ تو قدسیوں کے نزول کے مراکز ہیں۔ لہٰذا صبر کرو اس وقت تک جب آپ ﷺ خود تشریف لے آئیں۔

vii۔ سورہ الاحزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝

''بیشک وہ لوگ جو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور اس نے ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے۔'' (الاحزاب: ۵۷)

viii۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

''بیشک تمہاری رہنمائی کیلئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔'' (الاحزاب:۲۱)

اسوۂ حسنہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کیلئے صرف قرآن نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ اس کی تبلیغ کرنے کیلئے اپنے محبوب کو منتخب فرمایا تاکہ وہ ارشادات خداوندی پر خود عمل کر کے دکھائے اور ان پر عمل کرنے سے زندگی میں جو زیبائی اور نکھار پیدا ہوتا ہے اس کا عملی نمونہ پیش کریں تاکہ جو حق کے متلاشی ہیں وہ قرآنی تعلیمات کی عملی تصویر دیکھ کر اس کو اپنے سینہ سے لگالیں۔

مذکورہ بالا فرمان خداوندی کو کسی ایک شعبہ سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ ہر حکم انسان کی پوری زندگی کو محیط کئے ہوئے ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے اعتراف کے بغیر ایمان کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں' امت کے ہر فرد کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایہ عاطفت میں ہے اور آپ ﷺ اس کے اعمال و افعال سے باخبر ہیں اور یہ بھی یقین رکھنا چاہیے کہ حضور ﷺ روز حشر ہم گنہگاروں کی شفاعت کا وسیلہ ہیں۔ (ماخذ از عقائد و ارکان)

ﷺ ﷺ ﷺ

معراج النبی ﷺ

معراج کا واقعہ درحقیقت ایمان کیلئے کسوٹی کا حکم رکھتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات' علم وقدرت اور عظمت وحکمت پر کامل ایمان رکھتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت' صداقت وکمالات کی دل سے تصدیق کرتا ہے وہ واقعہ معراج یا اسی قسم کے خرق عادات معجزات کا کبھی انکار نہیں کرسکتا جبکہ قرآن وحدیث میں اس کا صاف اور واضح بیان بھی موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فضیلت اسراء اور معراج سے وہ خصوصیت وشرافت عطا فرمائی جس کے ساتھ کسی نبی اور رسول علیہم السلام کو مشرف ومکرم نہیں فرمایا۔ جہاں اپنے محبوب مکرم ﷺ کو پہنچایا کسی کو وہاں تک پہنچنے کا شرف نہیں بخشا۔

معراج کی حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کو قرب الٰہی کا انتہائی بلند مقام نصیب ہوا۔ یہ واقعہ ۲۷ رجب المرجب ۱۲ نبوی کو ہوا۔ اس مبارک سفر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا حصہ حرم مکہ سے بیت المقدس تک اور دوسرا بیت المقدس سے ماورئی تک ہے۔ پہلے حصہ کو اسراء کہتے ہیں اور دوسرے کو معراج۔

حضور ﷺ ایک رات بیت اللہ کے پاس حطیم میں آرام فرما تھے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے مقدس تلووں کو اپنے نورانی پروں سے مس کرکے رسول اللہ ﷺ کو بیدار کیا۔ حضور ﷺ کو چاہ زم زم کے قریب لاکر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا۔ قلب اطہر میں ایمان وحکمت سے بھرا طشت انڈیل دیا گیا۔ پھر سینہ مبارک درست کردیا گیا۔

جمہور کے قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو جسم مبارک سمیت براق پر سوار کر

کے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام مسجد حرام سے بیت المقدس لے گئے۔ براق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں پہنچتے ہی نماز کیلئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام صفوں میں کھڑے ہو گئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفوں کے آگے کھڑا کر دیا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھی۔ بعدازاں اسی رات جسم مبارک سمیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ مختلف آسمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انبیائے کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔

پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام' جبکہ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ ان کے علاوہ مختلف آسمانوں پر حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ' حضرت یوسف' حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہم السلام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جو انوار ربانی کی تجلی گاہ تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بیت المعمور کو ظاہر کیا گیا۔ لامکاں کی سیر کی' جنت اور دوزخ کو دیکھا' جنتیوں اور دوزخیوں سے آگاہی ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے جیسا کہ اس کی شان کے لائق تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اتنا قریب ہوئے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح کیا:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ○

''پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔'' (النجم:۸-۹)

قرب الٰہی کے مراتب عالیہ پر فائز ہونا اور سر اقدس کی آنکھوں سے بے حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت محمدیہ اور صورت حقیہ کی معراج ہے۔ اس

حیثیت سے کہ وہ عرش عظیم جو تجلیات حسن حقیقی کی بلند ترین جلوہ گاہ ہے اسی طرح پیچھے رہ گیا جس طرح مسجد اقصیٰ میں کمال انسانیت رکھنے والے انبیاء علیہم السلام پیچھے رہ گئے تھے اور سدرۃ المنتہیٰ پر کمال ملکیت و نورانیت رکھنے والے ملائکہ مقربین پیچھے رہ گئے تھے اور حضور ﷺ ان سے آگے تشریف لے گئے تھے بالکل اسی طرح حسن الوہیت کی بلند ترین جلوہ گاہ سے عرش عظیم بھی پیچھے رہ گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے (محبوب) بندے پر وحی فرمائی:

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ○ (النجم:۱۰)

اسی مقام قرب اور گوشۂ خلوت میں دیگر انعامات کے علاوہ پچاس نمازیں فرض ہوئیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض داشت پر محبوب رب العالمین ﷺ نے متعدد بار بارگاہ رب العزت میں تخفیف کیلئے التجا کی اور ہر بار بتدریج کم ہوتی ہوئی نمازوں کی تعداد پانچ رہ گئی۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے مزید تخفیف کا مشورہ دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب مجھے مزید تخفیف کا کہتے ہوئے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں اور رب کی بارگاہ میں سر تسلیم کرتا ہوں۔'' پھر جب آپ ﷺ مزید کچھ دور تشریف لے گئے تو ندا آئی کہ میں نے اپنے بندوں پر فرض عائد کر دیا اور تخفیف کر دی اور کمالِ شفقت یہ ہوا کہ نمازیں پانچ پڑھیں گے اور اجر و ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا۔ (زاد المعاد)

معراج کے موقع پر تمام عجائبات و آیات کبریٰ کا مشاہدہ آپ ﷺ نے کھلی آنکھوں سے عالم بیداری میں کیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ○

''جب سدرہ پر چھا رہے تھے جو چھا رہے تھے نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ ﷺ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔'' (النجم:۱۶-۱۸)

''(اے لوگو! حضرت) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں (ہاں)

وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔'' (سورہ الاحزاب: آیت ۴۰) (ضیاء القرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کا اسم گرامی لے کر فرمایا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں یعنی انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ نبی نہیں کذاب (جھوٹا) ہوگا۔

سورۃ المائدہ میں ارشاد ربانی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

''آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین۔''

(آیت: ۳)

یہ آیت حضور نبی کریم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ جب دین مکمل ہو چکا' اس کے احکام میں ردو بدل کی گنجائش نہ رہی تو پھر کسی دوسرے نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ (ماخوذ ضیاء القرآن' جلد اول)

صاحب تفسیر کنز الایمان اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ دین کے مکمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ دین اسلام پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

(ماخوذ از تفسیر کنز الایمان)

احادیث مبارکہ میں بھی ختم نبوت کی روایات کثرت سے موجود ہیں مگر یہاں چند احادیث کا ترجمہ ضیاء القرآن جلد چہارم سے نقل کیا جاتا ہے:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک

عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی ہوئی ہے۔ لوگ اس عمارت کے اردگرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی، تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

۲۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء کرام پر فضیلت دی گئی:

☆ مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا۔ (یعنی الفاظ مختصر اور معانی کا بحرِ بے کنار)

☆ رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی۔

☆ میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔

☆ میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمم کی اجازت دی گئی

☆ مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا اور

☆ میری ذات سے انبیاء کرام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ وہ ضرور تمہارے اندر ہی نکلے گا۔ (ابن ماجہ)

۵۔ امام ترمذی نے کتاب المناقب میں یہ حدیث روایت کی ہے: اگر میرے بعد کسی نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی ہوتے۔

۶۔ امام بخاری اور امام مسلم نے فضائل صحابہ کے عنوان میں نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک پر روانہ ہوتے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ پریشان ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

حیات النبی ﷺ

عقیدۂ حیات النبی ﷺ:

تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام بالخصوص حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ حیات حقیقی اور جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اپنی نورانی قبروں میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' گوناگوں لذتیں حاصل کرتے ہیں' سنتے ہیں' دیکھتے ہیں' جانتے ہیں' کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ چلتے پھرتے اور آتے جاتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں تصرفات فرماتے ہیں۔ اپنی امتوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور مستفیض کو فیوض و برکات پہنچاتے ہیں۔ اس عالم دنیا میں بھی ان کے ظہور کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ آنکھوں والوں نے ان کے جمال جہاں آرا کی بار ہا زیارت کی اور ان کے انوار سے مستفیض ہوئے۔ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کی حیات مقدسہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحم کرنے والا تمام جہانوں کیلئے۔'' (الانبیاء: ۱۰۷)

یہ حکم قیامت تک کیلئے ہے۔ (مقالات کاظمی' حصہ دوئم)

قرآن میں موت کے بعد حیات کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

''جو خدا کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔'' (البقرہ: ۱۵۴)

۲۔ وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○

''اور ہرگز نہ گمان کرنا ان کو جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں مرا ہوا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیے جاتے ہیں۔'' (آل عمران:۱۶۹)

مذکورہ بالا آیات میں شہدائے کرام کی شان بیان فرمائی کہ وہ مردہ نہیں ہیں اور رزق پاتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تذکرۃ الموتی میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حکم شہیدوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ انبیاء اور صدیق شہداء سے افضل ہیں۔ اولیاء بھی شہیدوں میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد کیا ہے جو بڑا جہاد ہے۔ (منقول از توضیح العقائد ص: ۱۱۴)

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا○

''اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کیا اچھے ہیں یہ ساتھی۔'' (النساء:۶۹)

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ کی ترتیب کا یوں ذکر فرمایا:

۱: انبیاء کرام۔ ۲: صدیقین۔ ۳: شہداء اور ۴: صالحین۔

یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے مدارج میں شہداء تیسرے نمبر پر ہیں جبکہ انبیاء کرام کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا۔ لہٰذا بلاشبہ انبیاء کا رتبہ شہداء سے بہرصورت افضل و اعلیٰ ہے۔ شہداء کو یہ رتبہ انبیاء کرام کی اطاعت اور غلامی سے حاصل ہوا ہے۔ لہٰذا جب شہداء کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے حیات بعد الموت کا مقام حاصل ہوا ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام ان

سے بدرجہ اولیٰ بہتر صورت میں اس فضیلت کے حامل ہیں۔

امام بیہقی حیاۃ الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ

''انبیا علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔''

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں بھی روایت کیا۔

امام مسلم فضائل موسیٰ علیہ السلام میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں شب معراج سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم جلد: ثانی ص: ۲۶۸)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تنویر میں فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً زندہ ہیں۔ اپنے بدن اور روح کے ساتھ قبر میں سیر و تصرف فرماتے ہیں۔ انبیائے کرام کو اپنی قبروں سے نکلنے اور تصرف فرمانے کا اذن دیا گیا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات ہمارے نزدیک اس لئے یقینی ہے کہ اس کی قطعی دلیلیں اور متواتر حدیثیں موجود ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَيُصَلُّوْنَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ

''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اپنی قبروں میں اور فرمایا انبیائے کرام کے جسد کا کھانا زمین پر حرام کر دیا۔''

(کتاب التنویر) (ماخذ تصحیح العقائد)

علامہ قسطلانی' حضرت احمد وامام محمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

حضور پاک ﷺ کی حیات ووفات میں کچھ فرق نہیں۔ آپ ﷺ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کی حالتوں' ان کی نیتوں' ان کے ارادوں' ان کے دلوں کے خیالات تک کو جانتے ہیں اور یہ سب آپ ﷺ پر روشن ہے اور کوئی بات پوشیدہ نہیں۔

(ماخوذ مواہب للدنیہ' جلد: ۲)

علامہ قاضی عیاض مالکی رؤیت شریفہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرات انبیائے کرام کی حیات ہمیشہ سے ایک ثابت شدہ امر ہے جس میں کوئی شک نہیں اور انبیاء میں ہمارے نبی ﷺ سب سے افضل ہیں۔''

شرح مسلک میں ہے:

''حضور پاک ﷺ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے احوال اور مقام کوچ سے بھی واقف ہیں اور اس کو جانتے ہیں۔''

حیات النبی ﷺ پر احادیث:

۱۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(بیہقی' وفاء الوفا' جلد: ۲) (خصائص کبریٰ' جلد: ۲' ص: ۲۸۱)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا میں اس کو سنتا ہوں اور جس نے دور رہ کر پڑھا وہ مجھ پر پہنچا دیا جاتا ہے۔

(وفاء الوفا' جلد: ۲)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے جس نے مجھ پر جمعہ کے دن یا شب جمعہ میں سو بار درود پڑھا اللہ اس پڑھنے والے کی ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس دنیا کی پوری

فرمائے گا۔ اللہ نے درود پہنچانے کیلئے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو میری قبر میں اس درود کو لے کر اس طرح داخل ہوتا ہے جس طرح تمہارے پاس ہدیہ پہنچایا جاتا ہے۔ بیشک میرا علم بعد وفات بھی ایسا ہے جیسا زندگی میں تھا۔

(اخراج البیہقی فی حیات الانبیاء، واصبہانی فی الترغیب)

۴۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایام حرہ یعنی واقعہ کربلا کے بعد مدینہ منورہ پر یزید کے بلوہ کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سے برابر اذان اور تکبیر کی آواز سنتا تھا جب تک کہ لوگ مسجد میں نہیں آنے لگے۔

(وفا الوفاء) (خصائص کبریٰ جلد: ۲، ص: ۲۸۰) (مشکوۃ)

۵۔ انہیں سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب ظہر کا وقت آیا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک سے اذان کی آواز سنی۔ میں نے دو رکعت پڑھی پھر تکبیر کی آواز سن کر میں نے ظہر پڑھی پھر ہر نماز کیلئے اذان و اقامت کی آواز قبر مقدس سے سنتا رہا یہاں تک کہ ایام حرہ کی تین راتیں گزر گئیں۔ (وفا الوفا)

۶۔ امام بیہقی کی تصنیف حیاۃ الانبیاء میں صحیح روایت سے مروی ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم بات کرتے ہو تمہاری بات کا جواب دیا جاتا ہے۔ جب میرا وصال ہو جائے گا تو میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، اگر میں اچھے اعمال دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور برے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لئے دعائے مغفرت کروں گا۔

عبداللہ بن مسعود نے بھی روایت کیا۔ (مجمع الزوائد جلد: ۹، ص: ۲۴)

اعمال کی یہ پیشی ہر دن ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کی گئی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کی تو آپ ﷺ کی روح مبارک کو ظاہر اور عیاں دیکھا۔ نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب پس میں نے معلوم کیا کہ آپ ﷺ کا یہ امتیاز ہے روح کو جسم میں قائم کرنا اور یہ اسی طرح ہے جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء نہیں مرتے اور نماز پڑھا کرتے ہیں اپنی قبروں میں اور حج کرتے ہیں اور زندہ ہیں اپنی قبروں میں۔''

(فیوض الحرمین، ص:۲۸)

نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث ؒ اسی کتاب فیوض الحرمین میں ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

''جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی تو آپ ﷺ کی روح مبارک کو ظاہر و عیاں دیکھا نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب پس میں نے معلوم کیا کہ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازوں میں بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں درست ہے۔''

(فیوض الحرمین، ص:۲۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ خلقت کی طرف متوجہ ہیں اور ان کی طرف اپنا رخ انور فرمائے ہوئے ہیں۔ (فیوض الحرمین، ص:۳۰)

ﷺ ﷺ ﷺ

حاضر و ناظر

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (سورۃ الاحزاب:۴۵)

''بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا'' (کنز الایمان)

حضور ﷺ کے لئے جو لفظ حاضر و ناظر بولا جاتا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح روح اپنے بدن کے ہر جزو میں موجود ہوتی ہے اسی طرح روحِ دو عالم ﷺ کی حقیقت منورہ ذاتِ عالم کے ہر ذرہ میں جاری و ساری ہے جس کی بنا پر حضور ﷺ اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور اہل اللہ اکثر و بیشتر بحالت بیداری اپنی جسمانی آنکھوں سے حضور کے جمال مبارک کا مشاہدہ کرتے ہیں اور حضور ﷺ بھی انہیں رحمت اور نظرِ عنایت سے مسرور و محظوظ فرماتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا ہی سرکار کے حاضر ہونے کے معنی میں آتا ہے اور حضور ﷺ کا اپنے غلاموں کو اپنی نظرِ مبارک سے دیکھنا ناظر کہلاتا ہے۔

حضور سید عالم ﷺ کی قوتِ قدسیہ اور نورِ نبوت سے یہ امر بعید نہیں کہ آنِ واحد میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب غرضیکہ تمام اطراف میں اپنے وجودِ مقدس یا جسمِ اقدس مثالی کے ساتھ تشریف فرما ہو کر اپنے غلاموں کو اپنے جمالِ پرانوار کی زیارت اور نگاہِ کرم کی رحمت و برکت سے سرفراز فرمائیں۔

حاضر و ناظر کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم کا ذرہ ذرہ روحانیت نبی کریم ﷺ کی جلوہ گاہ ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں حاضر و ناظر کوئی نام نہیں اور قرآن و حدیث میں کسی جگہ حاضر و ناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا۔ مزید برآں یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہ کرام، تابعین کرام یا آئمہ مجتہدین اور سلف صالحین نے کبھی

اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہو۔ (ماخوذ از مقالات کاظمی جلد سوئم)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے روضہ اطہر میں جلوہ گر ہیں اور آپ کا نور نبوت ساری کائنات میں جلوہ گر ہے اور آپ ساری کائنات کا ایسا مشاہدہ فرما رہے ہیں جیسا کہ اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہے ہوں۔ اس کی مزید وضاحت یوں ہے کہ جس طرح سورج آسمان پر ہے مگر اس کی روشنی کائنات کے ذرے ذرے کو مستفید کر رہی ہے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

غزوۂ موتہ کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرماتے ہوئے غزوہ کے حالات ارشاد فرماتے ہیں کہ: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ شہید ہو گئے پھر جھنڈے کو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پکڑا اور وہ شہید ہو گئے۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ کی چشمان مبارک سے آنسو جاری تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر بنائے اور ان کے ہاتھوں فتح ہوئی۔ (بخاری شریف کتاب الجنائز)

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قریش نے مجھے واقعہ معراج کے بارے میں جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا تو میں بیت المقدس دیکھ دیکھ کر قریش مکہ کو نشانیاں بتا رہا تھا۔ (بخاری شریف جلد اول باب حدیث الاسراء)

اس حدیث شریف میں وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ میں صراحۃً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ہونا مذکور ہے اور آپ سب کچھ دیکھ کر بیان فرما رہے تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ہتھیلی کی طرح تمام زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا اور مجھے زمین کے مشارق و مغارب کی رویت ہوئی۔ (مسلم شریف مشکوٰۃ شریف)

۴۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے ...... (ترمذی شریف جلد دوم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علم غیب

عقیدۂ علم غیب:

اللہ تعالیٰ کا علم مستقل ہے' لامتناہی اور ذاتی ہے اور تمام معلومات کو محیط ہے۔ تمام مخلوقات کا علم' اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ علم الٰہی کا بعض ہے اور یہ بعض بھی متناہی ہے' حادث ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے جبکہ مخلوق کا علم عطائی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی' ابدی اور قدیم الحقیقی ہے اور مخلوق (جن میں انبیاءِ کرام علیہم السلام بھی شامل ہیں) کا علم اللہ کے دینے سے ہے یعنی حادث ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر نہیں ہوسکتا جبکہ مخلوق کے علم میں تغیر وتبدل ہوسکتا ہے۔

(الدولۃ المکیہ)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے فضل اور کرم سے علم غیب عطا فرمایا اور ایسی کوئی شے نہ تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نہ پہنچتی ہو۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم عطا فرما دینے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزشتہ' موجودہ اور آئندہ کا علم حاصل تھا اور یہ سب وسعتِ علم اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب کو عطیہ ہے۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم علم الٰہی کا بعض ہے مگر جملہ مخلوق کا مجموعی علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے مقابل وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک قطرے کو سات سمندر سے ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ:

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی اور لامحدود ہے جبکہ مخلوق کیلئے علم عطائی ہے۔ یہی علم انبیائے کرام کا ہے اور بعض خواص اولیاء اللہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض وعطا سے حاصل

ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں تمام کائنات کے علوم کی وہ نسبت بھی نہیں جو تمام سمندروں کے پانی کی ایک قطرہ سے ہو۔

علم غیب اور قرآن:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝

''(اللہ تعالیٰ) غیب کو جاننے والا ہے پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو۔ بجز اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرمالیا ہو (غیب کی تعلیم کیلئے)۔''

(الجن:۲۶-۲۷)

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ

''اے حبیب ﷺ! ہم نے آپ پر کتاب اتاری جو ہر شے کو بیان کرنے والی ہے۔''

(النحل:۸۹)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ

''اللہ کی یہ شان نہیں کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر البتہ اللہ (غیب کے علم کیلئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے۔''

(آل عمران:۱۷۹)

وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ

''اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔''

(التکویر:۲۴)

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا۔

''اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔''

(النساء:۱۱۳)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اپنے

حبیب مکرم ﷺ کو وہ سب کچھ بتادیا جو انہیں معلوم نہ تھا اور اس کے بعد فرمایا:

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

''اور تم پر اللہ کا احسان عظیم ہے۔'' (النساء: ۱۱۳)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ پر کس قدر بڑا احسان فرمایا ہوگا۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ

''اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائے۔'' (الانعام: ۷۵)

علم غیب اور احادیث:

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کی اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی۔ یاد اسے رہا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

(بخاری شریف)

۲۔ حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نماز پڑھائی ہم کو حضور ﷺ نے ایک دن فجر کی اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا تو آپ ﷺ اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا پھر آپ ﷺ اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ پس خبر دی ہم کو قیامت تک ہونے والی باتوں کی جو ہم میں سے زیادہ دانا ہے وہ اس دن کو بہت یاد رکھنے والا ہے۔ (مسلم شریف)

۳۔ صحیحین میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے

درمیان کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان نہ کیا ہو۔

۴۔ امام ترمذی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ اللہ تعالی نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔

فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْئٍ وَّعَرَفْتُ

''میرے لئے ہر چیز منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔''

۵۔ امام ترمذی' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ''پس میں نے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو جان لیا۔ ایک اور روایت میں ہے: ''میں نے مشرق ومغرب کی تمام چیزوں کو جان لیا۔'' اور ایک روایت میں ہے: فعلمت جمیع ما کان وما یکون۔ ''تو میں نے جان لیا جو کچھ کہ ہو چکا تھا اور جو کچھ ہونے والا تھا۔''

۶۔ حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے خدا کو اچھی صورت میں دیکھا۔ خدا نے فرمایا فرشتے کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں میں نے عرض کیا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میرے خدا نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس سے میں نے اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان فیض کی سردی پائی۔ پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ (دارمی۔ مشکوۃ' باب المساجد)

۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو روانگی کا حکم دیا۔ جب میدان بدر میں پہنچے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہاں فلاں کافر گرے گا اور یہاں فلاں۔ جس جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشاندہی

فرمائی تھی، کوئی کافر اس سے ادھر ادھر نہیں گرا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے حق کے ساتھ بھیجا نبی اکرم ﷺ کی نشان زدہ جگہوں سے وہ بالکل دائیں یا بائیں نہیں گرے۔

(صحیح مسلم شریف)(ابوداؤد)

۸۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس مال کی خبر دی جو وہ اپنی بیوی ام فضل کے پاس چھوڑ آئے تھے۔ باوجودیکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو خفیہ رکھا تھا اور وہ فرماتے تھے کہ اس مال کا میرے اور ام فضل کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا چنانچہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (امام احمد بن حنبل، حاکم، امام بیہقی)

مذکورہ بالا تمام آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اپنے فضل سے علم غیب سے سرفراز فرمایا۔

ﷺ ﷺ ﷺ

صحابہ کرام واہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابی:

جس نے حالت ایمان میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی اور حالت ایمان میں فوت ہوا۔

اہل بیت کرام:

اہل بیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام ازواج مطہرات' سیدہ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرہ' حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا' سیدنا حسن وحسین سلام اللہ علیہم اجمعین اہل بیت میں ہیں۔

مہاجر وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں جو صحابہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے محبت خدا اور رسول ﷺ میں اپنے وطن اور عزیز واقارب کو چھوڑ کر ہجرت اختیار کر کے مدینہ منورہ چلے گئے وہ مہاجر کہلاتے ہیں اور جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے جنہوں نے جان اور مال سے اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ کی مدد اور نصرت کی وہ انصار کہلائے۔ قرآن مجید کی سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰ ان سب حضرات کی شان میں نازل ہوئی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○

''اور سب سے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہوگئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کیلئے باغات

بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''
(التوبہ:۱۰۰)

عشرہ مبشرہ:

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے افضل خلفاء راشدین اپنی ترتیب خلافت کے لحاظ سے سیدنا صدیق اکبر' سیدنا عمر فاروق اعظم' سیدنا عثمان ذی النورین اور سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضوان اللہ علیہم ہیں اور پھر چھ مہینے کیلئے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہوئے۔ خلفائے راشدین کے بعد حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عبدالرحمن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فضیلت حاصل ہے۔

یہ چھ حضرات اور چار خلفائے راشدین کل دس اصحاب عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ ان سب کے حق میں دنیا میں ہی جنتی ہونے کا حکم آ گیا۔

چاروں خلفائے راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ و حضرات حسنین کریمین و اصحاب بدر و احد اور اصحاب بیعت الرضوان کیلئے افضلیت ہے اور یہ سب جنتی ہیں۔

(بہار شریعت' حصہ اول' ص:۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو گالی دینے سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک طرف تو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت میسر تھی اور دوسری طرف وہ قرآن مجید کے مخاطب اولین تھے۔ اس کے علاوہ نبوت کے فیوض سے براہ راست مستفید تھے۔

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اہل خیر اور عادل ہیں۔ ان کا جب بھی ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ کوئی ولی' قطب یا غوث کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کا رتبہ تو بڑی بات ہے گرد راہ تک کو نہیں پہنچتا۔

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقیناً اعلیٰ درجہ کے شہدائے کرام میں سے ہیں۔ ان

میں سے کسی کی شہادت کا منکر گمراہ اور بے دین ہے۔ (بہار شریعت حصہ اول)

اہل بیت اطہار/ سیدہ خاتون جنت کے فضائل:

۱۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوا اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کہ میں ان کا باپ ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ:۳۵۲۶)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پاکدامنی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی اولاد پر دوزخ حرام فرمادی۔ (فتاویٰ رضویہ:۳۵۲۷)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: بیشک میری صاحبزادی بتول زہرا انسانی شکل میں حوروں کی طرح حیض ونفاس سے پاک ہے۔ (فتاویٰ رضویہ:۹/ ۱۱۸)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: حسن وحسین جوانان جنت کے سردار ہیں اوران کے والدان سے افضل ہیں۔
(فتاویٰ رضویہ:۳۵۲۸۔۱۱/ ۶۰)

۵۔ تمام اہل بیت رضوان اللہ عنہم صحابی بھی تھے۔اس طرح انہیں دوہری فضیلت حاصل تھی۔ایک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت ہونا اور دوسرا صحابی ہونا۔

حسنین کریمین شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسیدہ خاتونِ جنت وعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:
سینے سے سر تک حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شبیہہ ہیں اوراس سے نیچے حسین رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ: مناقب اہل بیت)

۲۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ حسن اور

حسین رضی اللہ عنہما آ گئے۔ ان دونوں نے سرخ (دھاری دار) قمیص پہن رکھی تھی۔ چلتے تھے اور لڑکھڑا کر گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر آئے' دونوں کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' مشکوٰۃ)

۳۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر میں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھا رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ میرے بیٹے ہیں' میری بیٹی کے بیٹے ہیں' اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت رکھے اس سے بھی محبت فرما۔

(ترمذی' مشکوٰۃ' مناقب اہل بیت)

۴۔ یعلی بن مُرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرے جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے۔ (ترمذی' مشکوٰۃ' مناقب اہل بیت)

۵۔ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی' مشکوٰۃ)

۶۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں میری دنیا کے مہکتے پھول ہیں۔'' (بخاری شریف)

۷۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! میرے ہاں تیرا وہی مقام اور مرتبہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ہارون علیہ السلام کو حاصل تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (متفق علیہ' مشکوٰۃ)

۸۔ سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے چال' ڈھال' بول چال' نشست و برخاست میں کسی کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں دیکھا۔'' (ترمذی' ابوداؤد' مرقاۃ)

۹۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ''میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ سچا نہیں دیکھا۔''

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی پوری سیرت شہادت دیتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا سراپا حیا تھیں' ایسا لگتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف حیا پیکر زہرا رضی اللہ عنہا میں مجسم ہو گیا تھا۔

۱۰۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب قیامت قائم ہو گی تو عرش کے پردوں سے ایک پکارنے والا پکارے گا:

''قیامت میں جمع ہونے والو! اپنے سر جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچی رکھو یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا صراط سے گزر جائیں۔'' (اسد الغابہ)

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے محبت کرو' اس لئے کہ وہ تمہیں نعمتیں بخشتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

(ترمذی' مشکوٰۃ' مناقب اہل بیت)

۱۲۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

حجۃ الوداع سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خم غدیر کے مقام پر ایک خطبہ دیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم انہیں تھامے رکھو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

ان میں ایک کتاب اللہ جس میں ہدایت اور روشنی ہے' دوسری چیز میری عترت' میرے اہل بیت ہیں۔ میں اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔

(صحیح مسلم' جامع ترمذی' مشکوٰۃ' مرقاۃ المفاتیح) (ماخوذ امام حسین اور واقعہ کربلا)

۱۳۔ اس خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ

وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔

''جس کا میں دوست ہوں' علی بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ جو علی سے دوستی رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔''

(مسند احمد' نسائی' ترمذی) (ماخوذ از رحمت دارین)

۱۴۔ خم غدیر پر خطبہ کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں' علی بھی اس کا مولا ہے۔ (مسند امام احمد)

۱۵۔ آیۂ تطہیر (سورۃ الاحزاب' آیت: ۳۳) نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو اپنی مبارک چادر میں لے کر اور اپنے ساتھ چمٹا کر فرمایا: ''اے اللہ یہ (بھی) میرے اہل بیت ہیں۔'' علی بھائی بھی ہیں اور بیٹے بھی' فاطمہ بیٹی ہیں' حسن اور حسین بیٹی اور بھائی کی اولاد ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

(امام حسین اور واقعہ کربلا' ص: ۱۸۵)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اولیاء کرام

اللہ کے وہ مقبول بندے جو اس کی ذات وصفات کے عارف (پہچاننے والے) ہوں' اس کی اطاعت وعبادت کے پابند ہوں اور گناہوں سے بچیں' جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنا قرب خاص عطا فرمائے' ان کو اولیاء اللہ کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بیان فرمایا:

وَمَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِیْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ يَمْشِیْ بِهَا

''میرا بندہ نفلی عبادات سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں'' (بخاری شریف کتاب الرقاق)

جب بندہ ایمان وایقان (یقین) کی لذت وحلاوت سے بہرہ ور ہوتا ہے تو وہ توحید کا متوالا اور شمع رسالت کا پروانہ بن جاتا ہے۔ فضائل اخلاق سے آراستہ اور رذائل اخلاق سے منزہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا اسے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ تقویٰ اور طہارت کے اس بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے جسے ولایت کہتے ہیں۔

ابو داؤد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن قرب الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں بتائیے وہ کون ہیں؟

فرمایا: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کیلئے آپس میں محبت کرتے ہیں نہ ان میں رشتہ ہے اور نہ مالی منفعت' بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے' دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں کوئی حزن و ملال نہ ہوگا۔''

پھر حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

''بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (یونس:۶۲)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسالت مآب ﷺ سے استفسار فرمایا: من اولیاء اللہ یعنی اولیاء اللہ کون ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ

''جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ یاد آ جائے۔''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مکتوبات شریف میں اولیائے کرام کے ذکر میں اس حدیث کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔

ان برگزیدہ ہستیوں سے کرامتوں کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ اولیاء کرام کی کرامتیں درحقیقت ان انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ہیں جن کے وہ امتی ہوں۔ اولیاء کرام کی محبت دارین کی سعادت اور رضائے الٰہی کا سبب ہے۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ان کی دعاؤں سے خلق خدا فائدہ اٹھاتی ہے۔

حضرات اولیاء کاملین کی مقدس زندگیوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی ہر ادا شریعت مطہرہ کا آئینہ ہوتی ہے۔ فنافی اللہ اور فنافی الرسول ﷺ کے مقام کا شرف حاصل کرنے کے بعد انہیں یہ عزت و عظمت نصیب ہوتی ہے کہ حیات و ممات دونوں حالتوں میں مخلوق خدا ان سے

شرف یاب ہو کر صراط مستقیم پر پہنچتی ہے۔

اولیاء کرام علیہم السلام کے مزارات پر حاضری دینا باعث برکت ہے۔ زیارت کرنے والا اہل مزار کی روح سے انوار و برکات کا عکس قبول کرتا ہے۔ ان کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے۔ انہیں ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنا حرام ہے' طواف بھی جائز نہیں لیکن مزارات سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے جب بھی کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پاس جا کر دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگتا ہوں' خدا پوری فرما دیتا ہے۔ (خیرات الحسان ابن حجر مکی)

نیز فرماتے ہیں حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک قبولیت دعا کیلئے مجرب ہے۔ (مرقاۃ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چار اولیاء اللہ اپنی قبروں میں آج بھی تصرف کرتے ہیں جیسے زندگی میں۔ ان میں ایک حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (تکمیل الایمان از شیخ عبدالحق)

اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری:

اولیاء کرام کے مزارات رشد و ہدایت کے مراکز ہیں۔ ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ انہیں خرافات سے محفوظ رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔ غیر شرعی حرکات کا تصوف سے کوئی تعلق نہیں۔ حاضری کے وقت سجدہ یا طواف کرنا' آگ جلانا اور اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہونا یا بے پردہ عورتوں اور مردوں کا اکٹھا ہونا' عرس کی تقریب میں ڈھول بجانا سب خلاف شرع ہیں۔

مزارات اولیاء کرام پر قدمین کی طرف سے مواجہ یعنی چہرہ کی طرف کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مؤدب کھڑے ہوں اور دھیمی آواز سے باادب سلام عرض کریں اور حسب توفیق قرآن مجید کی تلاوت کریں اور درود شریف پڑھیں اور آخر میں جو کچھ پڑھا ہوا سے صاحب مزار کو ایصال ثواب کریں اور اپنے عزیز و اقارب اور ملک و قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صاحب مزار کے وسیلہ سے دعا مانگیں۔

توسل/ وسیلہ

توسل کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے توسل آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی جائز اور صحیح ہے۔ اسی طرح انبیاء و مرسلین اور اولیاء وصالحین سے توسل جائز ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اقوال سلف صالحین درج ذیل ہیں:

قرآنی دلائل:

۱۔ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔

''پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (محمد ﷺ) جو تصدیق کرنے والا ہوان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی۔'' (آل عمران: ۸۱)

اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے اور مدد کرنے کی تاکید بھی فرمارہا ہے اور وعدہ بھی لے رہا ہے۔ بلاشبہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔

۲۔ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔

''جس طرح کہا تھا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف بلانے میں؟'' (الصف: ۱۴)

اس آیۂ کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے انصاری (امتیوں) سے استفسار فرمارہے ہیں کہ میرا مددگار کون ہے؟

اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے امتیوں سے پوچھ رہے ہیں کہ تم میں سے میرا

مددگار کون ہے جو میرا ساتھ دے گا؟ امتی بحرحال غیر خدا ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول علیہ السلام مدد کا پوچھ رہے ہیں۔

۳۔ قَالَ يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۔

''آپ (حضرت سلیمان علیہ السلام) نے فرمایا اے (میرے) درباریو! کون تم سے لے آئے گا میرے پاس اس (ملکہ بلقیس) کے تخت کو اس سے پہلے کہ وہ آجائیں میری خدمت میں فرمانبردار بن کر؟'' (النمل: ۳۸)

اس آیت مبارکہ میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام ملکہ بلقیس کا تخت فوراً لانے کیلئے اپنے امتیوں (مصاحبین) سے پوچھ رہے ہیں۔

۴۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ۔

''اور اگر یہ لوگ جب ظلم کریں اپنے آپ پر تو اے حبیب (ﷺ) تمہارے پاس آجائیں۔'' (النساء: ۶۴)

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ گنہگار بندوں کو گناہوں کی بخشش کی سفارش کیلئے اپنے حبیب پاک، شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم فرماتا ہے اور اس میں حیات ظاہر اور بعد وصال کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ عام اور دائمی حکم ہے:

۵۔ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝

''وہ (ذوالقرنین) بولا وہ دولت جس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہتر ہے پس تم میری مدد کرو جسمانی مشقت سے میں بنادوں گا تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ۔'' (الکہف: ۹۵)

اس آیت کریمہ میں بھی ذوالقرنین بادشاہ نے یاجوج ماجوج کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کیلئے اپنی قوم کو مدد کیلئے پکارا۔ یہاں بھی یہ بات واضح ہوئی کہ کسی سے مدد طلب کرنا شرک نہیں ہوتا۔

۶۔ يَنصُرُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ

''مہاجرین اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں۔'' (الحشر: ۸)

۷۔ فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ ۔

''تو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔ جبرائیل اور صالح مومنین بھی آپ کے مددگار ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔''

(التحریم آیت: ۳)

احادیث مبارکہ سے استدلال:

۱۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک نابینا شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: ''اللہ تعالیٰ سے میری عافیت کی دعا کیجئے۔'' فرمایا: ''چاہو تو دعا کر دوں اور چاہو تو صبر کرو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔'' اس نے عرض کی: ''دعا فرما دیں۔'' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اچھی طرح سے وضو کر کے یہ دعا مانگیں: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتَقْضِیَ لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔''

(ترمذی و ابوداؤد)

(ترمذی، جلد: ۲، ص: ۱۹۷، طبع مطبع فاروقی ملتان) (مستدرک حاکم، جلد: ۱، ص: ۴۵۸، بیروت)

۲۔ امام طبرانی، معجم صغیر میں حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے راوی ہیں کہ وہ اپنے چچا حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک شخص کسی مقصد کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اتفاق کی بات ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس کی طرف توجہ دینے اور اس کا مقصد پورا کرنے کا موقع نہ ملا۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور شکایت کی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعتیں ادا کرو اس کے بعد یہ دعا مانگو (یہ وہی دعا ہے جو حدیث نمبر ایک میں ہے) اور دعا میں ردبصری کی جگہ اپنی حاجت بیان کرنا اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جانا' میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔

اس شخص نے تمام ہدایات پر عمل کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوگیا۔ اتنے میں دربان نے آکر اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ساتھ گدے پر بٹھایا اور فرمایا تمہارا کیا کام ہے اس کے بیان کرنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے وہ کام کر دیا اور فرمایا مجھے اس وقت تک تمہارا کام یاد ہی نہیں آیا تھا' آئندہ جو حاجت ہو وہ بیان کر دیا کرو۔

وہ سائل جب باہر آیا تو اس نے حضرت عثمان بن حنیف کو دعا دی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی سفارش سے میرا کام ہوگیا۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی۔ اصل بات یہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ ایک نابینا صحابی نے بینائی زائل ہو جانے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اسے وضو کر کے دو نفل ادا کرنے کے بعد یہ دعا مانگنے کا حکم فرمایا تھا جو میں نے تمہیں بتائی تھی۔

ابن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بخدا! ہم بیٹھے ہوئے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ وہ نابینا شخص ہمارے پاس آئے اور بالکل تندرست تھے گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

صحابی کا یہ قول دلیل قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے ان کے وصال کے بعد بھی توسل جائز ہے۔ (امام بیہقی' منذری اور ہیثمی)

۲۔ ابن ابی شیبہ بسندِ صحیح حضرت مالک الدار سے راوی ہیں جیسے کہ فتح الباری میں ہے کہ امام بخاری نے یہ حدیث تاریخ کبیر میں بیان کی ہے۔ ابن ابی خشیمہ' امام بیہقی' دلائل النبوۃ میں راوی ہیں کہ حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں واقع ہونے والے قحط کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمایئے کہ وہ ہلاکت کے کنارے پہنچ چکی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان' روضہ مبارک پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ پیش کر کے بارش کی دعا کر رہے تھے۔

۴۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی کا دور تھا۔ لوگ روضہ اقدس پر دعا کرنے آئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روضہ مبارک کی چھت میں سوراخ کر دو۔ چنانچہ روضہ اقدس کی چھت میں روشندان کھولا گیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کیا گیا کہ وہ بندوں پر مہربانی فرمائے۔ اسی لمحہ بارش ہونا شروع ہوگئی اور خشک سالی ختم ہوگئی۔ (سنن امام دارمی' مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قادری)

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی نبی پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری کیلئے آیا۔ جب اسے اپنے کریم آقا کے وصال مبارک کی اطلاع ملی تو وہ فرط رنج سے مزار پُرانوار پر گر پڑا۔ خاک پاک کو اٹھا کر اپنے سر پر ڈالتے ہوئے عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ نے فرمایا' ہم نے آپ ﷺ کا فرمان سنا۔

یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ۔

''اور اگر یہ بندے جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے حبیب ﷺ تمہارے پاس حاضر ہو جائیں۔'' (النساء: ۶۴)

آپ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت و رحمت آپ میری بخشش کیلئے اللہ کے حضور

میری سفارش فرما دیں۔ یہ التجا کرنی تھی کہ قبرانور سے آواز آئی کہ تیرے گناہ بخش دیئے گئے۔ (ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابن جوزی نے مثیر العرام میں بھی روایت کی ہے۔) (بحوالہ الجامع الاحکام القرآن ۔ ماخوذ از نجم الہدیٰ)

۶۔ بنو عباس کے خلیفہ ثانی منصور جب حج کے بعد روضہ مبارک کی زیارت کیلئے حاضر ہوا تو اس نے مسجد نبوی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

''اے ابو عبداللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف؟ امام مالک نے فرمایا: تو اپنا چہرہ سید عالم ﷺ سے کیوں پھیرتا ہے؟ وہ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرا اور تیرے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں تو آپ سے شفاعت کی التجا کر اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت تیرے حق میں قبول فرمائے گا۔'' (فتاویٰ رضویہ۔ الشفاء۔ مواہب لدنیہ)

۷۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا راہ بھول جائے اور وہ ایسی جگہ پر ہو جہاں کوئی مددگار نہیں تو اسے چاہیے کہ یوں پکارے:

يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَايَرَاهُمْ ۔

(المعجم الکبیر عن عتبہ بن غزوان ۔ طبرانی ۔ فتاویٰ رضویہ جلد: ۲۱، ص: ۳۱۷)

''اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا، وہ اس کی مدد کریں گے۔''

۸۔ جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے فَلْيُنَادِيَا عِبَادَ اللهِ احسو تو یوں ندا کرے اے اللہ کے بندو! روک دو عباد اللہ اسے روک دیں گے۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد: ۲۱، ص: ۳۱۸)

۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یوں ندا کرے اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللهِ ''میری مدد کرو اے اللہ کے بندو۔'' (اسے ابن ابی شیبہ اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا) (فتاویٰ رضویہ جلد: ۲۱، ص: ۳۱۸)

۱۰۔ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ

(جامع ترمذی۔ فتاویٰ رضویہ جلد:۲۱ ص:۳۱۸)

''یا محمد ﷺ میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔''

توسل اولیاء کرام

اللہ تعالیٰ کی عطا سے اولیاء کرام بھی اپنی ظاہری حیات اور وصال کے بعد بندگان خدا کی مدد فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ و متعدد دیگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنی لاتعداد تصانیف میں حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات شریفہ نقل فرمائے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے وہ مصیبت دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دفع ہو اور جو اللہ عزوجل کی طرف کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری ہو اور جو دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے سلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام پڑھے اور مجھے یاد کرے۔ بعد ازاں بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے کر اپنی حاجت کا ذکر کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ حاجت پوری ہوگی۔''

(بہجۃ الاسرار، خلاصۃ المفاخر، نزہۃ الخاطر، تحفہ قادریہ وغیرہ ماخذ فتاویٰ رضویہ جلد:۲۱ ص:۳۲۱)

نبی اکرم ﷺ سے حیات طیبہ اور آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد توسل جائز ہے۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام و مرسلین عظام اور اولیاء و صالحین سے بھی توسل جائز ہے کیونکہ یہ تمام تصرفات اللہ تعالیٰ کی عنایت اور عطا ہی سے ہیں اور یہ جائز اور درست ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ صفحات میں درج حدیث نمبر ۷ تا ۱۰ میں مدد مانگنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

ﷺ ﷺ ﷺ

ایصال ثواب

قرآن مجید یا درود شریف یا کلمہ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا (ایصال ثواب کرنا) جائز ہے۔ زندوں کے ایصال ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ: رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ○ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ○ (سورۃ ابراہیم) جو نماز میں مستقل پڑھی جاتی ہے بہت بڑی دلیل ہے۔ متعدد احادیث مبارکہ سے اس کا جائز ہونا ثابت ہے۔

۱۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں مرگئی ہے اگر اب میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو اسے نفع ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ہوگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے۔ (بخاری شریف' کتاب الوصایا' جلد: ۱' ص: ۳۸۶)

۲۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری ماں مرگئی اس کیلئے کون سا صدقہ افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کا صدقہ افضل ہے؟ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے نام کنواں کھدوادیا اور یہ کہا: ھذہ البرلام سعد۔ یعنی یہ کنواں سعد رضی اللہ عنہ کی ماں کیلئے ہے۔ یعنی اس کا ثواب اسے پہنچے۔
(سنن ابوداؤد' جلد: ۱' ص: ۲۳۶)

معلوم ہوا کہ زندوں کے اعمال سے مردوں کو ثواب ملتا ہے اور فائدہ پہنچتا ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے: "جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اس کو مت روکو اور جلد قبر تک پہنچاؤ۔ اس کے سرہانے ابتداء سورہ بقرہ مفلحون تک اور پائنتی سورۃ بقرہ کے آخری رکوع میں

امن الرسول سے آخر تک پڑھو۔" (البیہقی شعب الایمان)

۴۔ جو شخص قرآن ختم کرے پھر دعا مانگے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔ پھر اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں اور مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ شام یا صبح تک۔

(تفسیر روح البیان سورۃ انعام آیت: ۱۵۴) (سنن دارمی جلد: ۲ ص: ۳۲۷)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمایا: نہیں ہے اپنی قبر میں جگہ مثل ڈوبنے والے کے طالب فریاد اور انتظار کر رہا ہوتا ہے باپ یا ماں یا معتمد دوست کی دعا کا۔ جب دعا اسے پہنچتی ہے تو اس کیلئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ دنیا والوں کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑ جیسے خیر و برکات اور انوار داخل کرتا ہے اور بیشک مردوں کیلئے زندوں کا تحفہ ان کیلئے مغفرت چاہنا اور ان کی طرف سے صدقہ دینا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاستغفار والتوبہ جلد: ۱ ص: ۲۰۶) (البیہقی الدیلمی)

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں جائے اور پھر سورۃ فاتحہ سورۃ اخلاص اور الھکم التکاثر پڑھے پھر کہے اے اللہ جو کچھ میں نے تیرا کلام پڑھا اس کا ثواب قبرستان والے مسلمان مردوں اور عورتوں کو پہنچا تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے سفارشی ہوں گے۔ (مرقاۃ جلد: ۲)

۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیشک جو قبرستان جا کر سورۃ یٰسین پڑھے اللہ تعالیٰ عذاب میں کمی فرماتا ہے اور بے حساب نیکیاں عطا کرتا ہے۔ (رواہ عبدالعزیز صاحب الخلال سندہ)

(تصحیح العقائد از مولانا عبدالحامد بدایونی ص: ۱۳۸)

۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ شرم و لحاظ کرنے والا ہے کرم کرنے والا ہے اپنے بندے سے کہ جب وہ ہاتھ اٹھائے اس کی طرف تو اس کو خالی پھیر دے۔

(مشکوۃ شریف)

۹۔ ایصال ثواب پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ جب انصار رضی اللہ عنہم کے یہاں کوئی فوت ہو جاتا تو لوگ اس کی قبر پر جاتے اور قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرتے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج میں تحریر فرماتے ہیں:

''بیشک ہر زمانہ میں جمع ہو کر قرآن کریم پڑھتے رہے ہیں اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچاتے رہے ہیں۔ اسی بات پر دیانت والے مذہب مالکی' شافعی غرضیکہ سب متفق ہیں۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔''

مذکورہ بالا روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فاتحہ ونذر و نیاز جو مرنے والوں کو ایصال ثواب کیلئے آیات قرآنیہ اور درود شریف پڑھ کر بخشنا صحیح اور سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان و سلف صالحین ہے۔

ختم شریف تیجہ' دسواں' بیسواں' چالیسواں اور سالانہ وغیرہ:

سلف صالحین کا قدیم الایام سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ تدفین میت کے تیسرے دسویں بیسویں اور چالیسویں دن وغیرہ عزیز و اقارب اور دوست احباب مل کر تلاوت قرآن مجید کلمہ شریف اور درود شریف پڑھ کر مرحومین کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔

یہ سب ایصال ثواب کے ہی طریقے ہیں۔ ایصال کرنا متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور یہ عمل سلف صالحین سے متواتر چلا آرہا ہے۔

مذکورہ بالا دنوں کا تعین اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ قرب وجوار اور دور سے آنے والے عزیز و اقارب اور اصحاب کی شمولیت میں آسانی رہے۔ اسلام میں نماز روزہ' حج' زکوۃ اور دیگر عبادات کیلئے دن یا اوقات کا تعین کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شادی اور دینی مجالس وغیرہ کیلئے بھی دن اور اوقات کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی بات خلاف شریعت نہیں۔

مشکوۃ شریف میں بروایت محمد بن نعمان ہے:

''جس کسی نے اپنے ماں باپ کی قبر یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت جمعہ کے دن کی تو اس کی مغفرت کی جائے گی اور وہ نیکوں میں لکھا جائے گا۔''

(مشکوۃ شریف)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ تیسرے دن اہل عزا کے گھر میں جانا اور دعائے خیر کرنا اور کھانا بھیجنا سنت ہے۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسرے دن آل جعفر ابن ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے اور فرزندان جعفر رضی اللہ عنہ کی دلداری کی اور دعائے خیر کی اور ان کو کھانا بھیجا۔

انوار ساطعہ صفحہ ۱۴۵۔ اور حاشیہ خزانۃ الروایات میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کیلئے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا۔ یہ تیجہ، ششماہی اور برسی کی اصل ہے۔ (جاء الحق، حصہ اول، ص: ۲۶۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ختم سوئم (تیجہ) کا تذکرہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں صفحہ ۸۰ پر اس طرح فرماتے ہیں کہ

''تیسرے دن لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ شمار سے باہر ہے۔ اکیاسی ختم قرآن مجید شمار میں آئے اور زیادہ بھی ہوئے ہوں گے۔ کلمہ طیبہ کا تو اندازہ ہی نہیں۔''

(جاء الحق، حصہ اول، ص: ۲۶۳)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الاوزجندی میں نقل فرماتے ہیں کہ

''حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کو تیسرا دن تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس خشک کھجور اور دودھ لائے جس میں جو کی روٹی تھی۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین بار پڑھی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر منہ پر پھیرے اور حکم دیا کہ لوگوں میں اسے تقسیم کر دو۔'' (تصحیح العقائد، ص: ۱۴۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میت پر پہلی رات سخت ہے پس اس کیلئے صدقہ و خیرات کرو اور بہتر ہے کہ ہمیشگی صدقہ کریں۔ سات دن اور بعض نے کہا چالیس روز تک میت اپنے گھر میں آتی ہے۔ (تصحیح العقائد ص: ۱۴۴)

کلمہ طیبہ پڑھنے کی روایت:

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے اس کی مغفرت ہوگی اور جس کیلئے اتنی بار پڑھا جائے اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔

بعض احادیث میں ستر ہزار کے علاوہ ایک لاکھ مرتبہ کلمہ پڑھ کر میت کو بخشنے کا ذکر بھی ہے اور فرمایا گیا ہے اس کے باعث میت کی مغفرت ہوتی ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف)

نوٹ: تیجہ کے ختم میں چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے کیونکہ شمار کرنے کیلئے اتنی زیادہ تسبیحات اکٹھی کرنا ممکن نہیں ہوتا اور یہ چنے غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا ساری بحث سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ سلف صالحین سے لے کر آج تک میت کے عزیز و اقارب اور دوست احباب اکٹھے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کر کے اپنی میت کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اہلسنت کے چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کا اس پر اجماع ہے۔

ایصال ثواب درحقیقت مرنے والے کی امداد کا ایک ذریعہ ہے اور وہ قبر میں اپنے عزیز و اقارب کی جانب سے امداد کا منتظر ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

''میت کی قبر میں، پانی میں ڈوبنے والے اس شخص کی طرح ہوتی ہے جو لوگوں کو ڈوبنے سے بچانے کیلئے پکار رہا ہوتا ہے۔ وہ منتظر رہتا ہے اس دعا کا جو اس کو ماں باپ اور عزیز و اقارب کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب ان کی طرف سے

اسے دعا پہنچتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بیشک رب تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں کی مانند رحمت داخل کرتا ہے لہٰذا زندوں کا مردوں کو یہ ہدیہ ہے کہ وہ ان کیلئے استغفار اور بخشش طلب کریں۔ (مشکوٰۃ شریف) (ماخذ از مکتوب: ۱۰۴، مکتوبات شریف)

ایصال ثواب میں نہ صرف میت کا فائدہ ہے بلکہ پڑھنے والے کو بھی فائدہ پہنچتا ہے ایصال ثواب کرنے والا اپنے خلوص وللہیت کے مطابق اجر بھی پاتا ہے اور اس کی کوشش عنداللہ مقبول بھی ہوتی ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تبرکات کی شرعی حیثیت

(قرآن وسنت کی روشنی میں)

جمہور اہل سنت و جماعت بزرگانِ دین کے تبرکات سے فیض و برکت حاصل کرتے ہیں' ان کا ادب کرتے ہیں اور ان سے نفع اور فائدہ کے حصول کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اہل سنت وجماعت کا تبرکات کے متعلق یہ عقیدہ قرآن وسنت سے بھی ثابت ہے۔

قرآن حکیم میں حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو اپنی قمیص دینا اور فرمانا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ (یوسف:۹۳)

''لے جاؤ میرا پیراہن (قمیص) پس ڈالو اسے میرے باپ کے چہرہ پر وہ بینا ہو جائیں گے۔''

تفسیر ضیاء القرآن میں ہے کہ جو قمیص اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے پہن رکھی تھی وہ اتار کر دی۔

سورہ بقرہ میں صندوق سکینہ کے متعلق فرمایا:

اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

''(اے بنی اسرائیل) تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون اور ان تبرکات کا باقی ماندہ ذخیرہ ہوگا جسے آل موسیٰ اور آل ہارون پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ اٹھا لائیں گے اس صندوق کو فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ایماندار ہو۔'' (بقرہ:۲۴۸)

صاحب تفسیر ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں کہ جب فرشتے اس صندوق کو اٹھائے ہوئے یا اس بیل گاڑی کو ہانکتے ہوئے جس پر تابوت رکھا تھا بنی اسرائیل کے پاس لے آئے تو اب انہیں طالوت کے بادشاہ بننے کے متعلق اطمینان ہو گیا کہ اب وہ یقیناً فتحیاب ہوں گے کیونکہ انبیائے کرام والا صندوق جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور پارچہ جات اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ تھا' انہیں واپس مل گیا ہے۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ اشیاء جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہوتا ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں منقول ہے کہ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن اور بال مبارک تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سر پر ایک کپڑے کی ٹوپی تھی جس میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک بال شریف رکھا ہوا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس معرکہ میں میں یہ ٹوپی سر پر رکھ کر جاتا ہوں اللہ تعالیٰ اس بال کی برکت سے مجھے کامیاب و کامران کرتا ہے۔

(ماخوذ از ضیاء القرآن) (شفا شریف' جلد: ۲' ص: ۴۴)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جبہ شریف کا ایک ٹکڑا تھا۔ جب کوئی لا علاج مریض آپ رضی اللہ عنہا کے پاس آتا تو آپ رضی اللہ عنہا وہ ٹکڑا پانی میں بھگوتیں اور اس کا پانی بیمار کو پلاتیں' اسے شفاء ہو جاتی۔ (مکتوب: ۱۴۲' جلد: اول)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ:

''جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کرتا مبارک اتار کر انہیں پہنایا اور ان کی قبر

میں لیٹے۔ جب قبر پر مٹی برابر کردی گئی تو کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ!
آج ہم نے آپ ﷺ کا وہ عمل دیکھا جو حضور ﷺ نے کسی کے ساتھ نہ
کیا۔ حضور رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: اسے میں نے اپنا کرتا اس لئے
پہنایا کہ یہ جنت کے کپڑے پہنے اور اس کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبر کے
دبانے میں اس سے تخفیف کروں۔ یہ ابوطالب کے بعد خلق خدا میں سب سے
زیادہ میرے ساتھ سلوک کرنے والی تھیں۔"

ایک حدیث میں ارشاد ہے: امی بعد امی۔ "یہ میری ماں کے بعد میری ماں
ہے۔" تو یہ عمل کس قدر عظیم اور قابل تقلید ہے۔

(معرفۃ الصحابہ، دیلمی، مسند الفردوس) (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد: ۹، حدیث: ۲۲)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ میرے پاس
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کرتا مبارک جو آپ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا تھا، موجود ہے اور
ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناخن و موئے مبارک تراشے وہ بھی میں نے لے کر اس دن
کیلئے اٹھا رکھے تھے۔ جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل
رکھنا اور موئے مبارک و ناخن میرے منہ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

(کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب)

خود حضور پرنور صلوٰۃ اللہ وسلامہ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت ام
کلثوم رضی اللہ عنہا کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا اور غسل دینے والی بیبیوں کو حکم دیا کہ اسے ان کے
بدن کے متصل رکھیں۔ (صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے)

(فتاویٰ رضویہ، جلد: ۹، حدیث: ۱۶)

حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمن رواسی سے روایت کی ہے کہ علی
المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے پاس مشک تھا۔ انہوں نے وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک
استعمال کیا جائے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حنوط کا بچا ہوا ہے۔

اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا۔
(فتاویٰ رضویہ جلد:۹' حدیث:۲۶)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس یہ موئے مبارک سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اسے میرے مرنے کے بعد میری زبان کے نیچے رکھ دینا' میں نے رکھ دیا۔ وہ یوں ہی دفن کئے گئے کہ موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے تھا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد:۹' حدیث:۲۷)

دلائل النبوۃ' بیہقی و ابن عساکر امام محمد بن سیرین سے راوی ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک چھڑی مبارک تھی وہ ان کے سینہ پر قمیص کے نیچے ان کے ساتھ دفن کی گئی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد:۹' حدیث:۲۸)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ احادیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات میں ہے کہ یہ احادیث صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کے سلسلہ میں ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض ارادت مند ان کی قمیصوں کا کفن پہنتے ہیں۔
(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد:۹' حدیث:۱۷)

سلف صالحین کے تبرکات:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مرید کی خواہش پر فرماتے ہیں کہ وہ قباء جو کئی دفعہ پہنی گئی ہے آپ کو ارسال کر دی ہے اسے کبھی کبھی پہنا کریں اور ادب سے محفوظ رکھیں' اس سے بیشمار فوائد کی توقع ہے' جب بھی اس قباء کو پہنیں باوضو پہنیں اور نتائج وثمرات کے منتظر رہیں کہ یہ پیراہن کثیر البرکت ہے۔ (مکتوب:۱۴۲' جلد: اول)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تقدیر (قضاء وقدر، خیر وشر)

دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اور انسان جو کچھ کرتا ہے، نیکی یا بدی، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے مطابق ہوتا ہے۔ جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کے پاس لکھا ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا ○

''پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو۔''

(الشمس:۸)(ضیاء القرآن)

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو نیک و بد، حق و باطل اور صحیح و غلط میں تمیز کرنے کا شعور عطا فرمایا ہے، وہ اچھی اور بری چیزوں میں پوری طرح امتیاز کر سکتا ہے۔ انسان میں نیکی کرنے اور برائی کرنے کی دونوں صلاحیتیں موجود ہیں۔ اب اس کی مرضی ہے کہ وہ نیکی کو پسند کرتا ہے یا برائی کو اختیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا ہے۔ شر کی طرف رغبت کیلئے شیطان کی طرف سے ہے اور خیر کی طرف راہنمائی کیلئے نہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا بلکہ انسان کو عقل وشعور دے کر اسے یہ اختیار بھی دیا کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔ پھر وہ جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس میں پیدا کر دیتا ہے خواہ وہ نیکی ہو یا بدی۔ اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا یا سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

اگر انسان اچھائی اور برائی کرنے میں مختار نہ ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کو نیکی کی تبلیغ کیلئے مبعوث فرمانا اور انسان کو نیکی اور بدی کا ذمہ دار ٹھہرانا اور اس کے اچھے یا برے اعمال پر جزا اور سزا دینا بے معنی ہوتا۔ فرمان خداوندی ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝

''انسان کو بس وہی اجر ملے گا جس کی وہ سعی کرتا ہے اور عنقریب اس کی سعی دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو پورا پورا بدلہ ملے گا۔'' (النجم:۳۹-۴۱)

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

''تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کی (جزاء) دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کی (سزا) دیکھے گا۔'' (الزلزال:۷-۸)

تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی کریم ﷺ نے اس امت کا مجوس (آتش پرست) بتایا۔ (سنن ابی داؤد)

اچھے کام کرنے والا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے جبکہ برائی کرنے والا عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

انسان ایمان یا کفر' نیکی یا برائی اختیار کرنے میں مختار ہے اور اپنے اعمال کے اعتبار سے جزا اور سزا کا مستحق ہوگا۔ البتہ انسان موت اور حیات' صحت اور مرض' حوادث اور مصائب' رزق کی تنگی یا خوشحالی وغیرہ جیسے امور میں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو کبھی مجبور ہوتا ہے وگرنہ ارشاد باری ہے: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (الشوریٰ:۳۰) ''اور تمہیں نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کا کیا ہوتا ہے اور اللہ تو بہت سی باتوں کو معاف کر دیتا ہے۔''

قضاء و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آ سکتے' ان میں زیادہ غور وفکر کرنا سبب ہلاکت ہے۔ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما مسجد نبوی شریف میں اس مسئلہ پر بحث فرما

رہے تھے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں منع فرمایا۔ (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر، سنن الترمذی)

جب امت کے افضل ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمایا گیا تو ہم کون ہیں؟ ہمارے لئے صرف اتنا سمجھ لینا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو بے بس اور بے حس بے حرکت پیدا نہیں کیا بلکہ اس کو یہ اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے یا نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ اچھے برے اور نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں اور جب کوئی جس طرح کا کام کرنا چاہتا ہے اسے اسی قسم کا سامان مہیا ہو جاتا ہے اور اسی بناء پر اس کا مؤخذہ ہوگا۔ (ماخوذ از بہار شریعت)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیطان (ابلیس)

وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ٥

''اور بلاشبہ تجھ پر لعنت ہے روز جزا تک۔'' (الحجر:۳۵)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ٥

''اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔'' (البقرہ:۳۴)

''جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا۔'' (ص:۷۵)

ابلیس نے کہا: ''میرا یہ کام نہیں کہ میں بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے گارے، مٹی اور بدبودار کیچڑ سے پیدا کیا۔ تو نے آدم علیہ السلام کو مجھ پر فضیلت دی حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں۔ کیونکہ تو نے تو مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔''

(مفہوم آیات بقرہ، آیت: ۳۴۔ الاعراف آیت: ۱۱-۱۲۔ بنی اسرائیل، آیت: ۶۱)

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: ''تو یہاں سے نیچے اتر تجھے یہ حق نہیں ہے کہ یہاں اپنی بڑائی کا اظہار کرے۔ نکل جا یہاں سے تو مردود ہے اور تیرے اوپر قیامت تک میری لعنت ہے۔''

(مفہوم آیات: سورۃ الاعراف آیت: ۱۳، سورۃ الحجر، آیت: ۳۴)

ابلیس کی مہلت طلبی:

ابلیس نے کہا: ''اے میرے رب اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے اس وقت تک کیلئے مہلت دے جب یہ لوگ (قیامت کو) دوبارہ اٹھائے جائیں گے تاکہ میں آدم علیہ السلام کی پوری نسل کو گمراہ کروں سوائے تیرے ان بندوں کے جن پر تیرا انعام ہے۔''

(مفہوم: سورۃ الحجر، آیات: ۳۶-۳۹۔ سورۃ السجدہ، آیت: ۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے فرمانبردار بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا ماسوا ان گمراہوں کے جنہوں نے تیری پیروی کی۔'' (مفہوم: سورۃ بنی اسرائیل' آیات: ۶۴-۶۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ

''شیطان جنوں میں سے تو اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔''

(الکہف: ۵۰)

مفسرین کے نزدیک ابلیس فرشتوں کا سردار تھا مگر جنوں میں سے تھا اور وہ آگ سے پیدا ہوا تھا جبکہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں ابلیس دربار خداوندی سے دھتکارا گیا اور قیامت تک کیلئے اسے مہلت دی گئی۔ اس وقت سے وہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا دشمن بن گیا اور انہیں بدی کیلئے اکسانے لگا۔ اسی وجہ سے اسے شیطان کے نام سے پکارا جانے لگا۔

قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کو جہاں سجدہ نہ کرنے کا ذکر ہے وہاں ابلیس کا لفظ استعمال ہوا ہے اور جہاں ورغلانے (گمراہ کرنے) کا ذکر ہے وہاں شیطان کا لفظ آیا ہے۔

(ماخوذ از اسلامی انسائیکلو پیڈیا)

شیطان کی سرکشی پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''بلاشبہ ہم نے آراستہ کیا ہے آسمان دنیا کو ستاروں کے سنگھار سے اور اسے محفوظ کر دیا ہے ہر سرکش شیطان کی رسائی سے۔ نہیں سن سکتے کان لگا کر عالم بالا کی باتوں کو اور پتھراؤ کیا جاتا ہے ان پر ہر طرف سے۔ ان کو بھگانے کیلئے اور ان کیلئے دائمی عذاب ہے مگر جو شیطان کچھ جھپٹ لینا چاہتا ہے تو تعاقب کرتا ہے اس کا تیز شعلہ۔''

(سورۃ الصّفّت: ۶-۱۰)

شیطان کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان ہے کفر ہے اور آیات قرآنیہ کا صریحاً انکار ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جن

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ٥

''اور پیدا کیا جانّ (جنوں کے باپ) کو آگ کے خالص شعلوں سے۔'' (الرحمن:۱۵)

''جانّ'' جنوں کے پہلے باپ کا نام ہے جس طرح آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی اسی طرح جانّ کی تخلیق خالص آگ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی نسل چلانے کیلئے انسانوں کی طرح ازدواج (میاں بیوی) کا ہی نظام ان میں بھی جاری کیا۔ (مارج کہتے ہیں ایسی آگ جس میں دھویں کا نام ونشان نہ ہو۔)

قرآن مجید میں اس سے پہلی آیت میں فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ٥

''پیدا فرمایا انسان کو بجنے والی مٹی سے ٹھیکری کی مانند۔'' (الرحمن:۱٦)

قرآن کریم کی مذکورہ دونوں آیتوں میں صراحتاً بتادیا کہ انسان اور جن دو مختلف نوع ہیں۔ ایک (انسان) کا اصل مٹی ہے اور دوسرے (جن) کا اصل آگ ہے۔

لہٰذا جس طرح انسان باشعور اور بااختیار ہونے کے باعث احکام شرعی کی بجا آوری کا پابند ہے اسی طرح جنات بھی باشعور اور بااختیار ہیں اور احکام شرعیہ کی بجا آوری ان پر بھی ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥

''اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر یہ کہ میری بندگی کریں۔'' (الذاریات:٥٦)

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جس طرح حضور نبی کریم ﷺ بنی نوع انسان کی طرف نبی بن کر تشریف لائے ہیں اسی طرح آپ ﷺ جنات کیلئے بھی نبی ہیں۔ اس سے

یہ بات بھی واضح ہوئی کہ انسان کے خاکی پیکر کی طرح جن کا بھی آتشی پیکر ہے۔

(ماخوذ از تفسیر ضیاء القرآن' جلد: پنجم)

سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۵۰ کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو سبھی فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ قوم جن سے تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ابلیس فرشتہ نہیں تھا بلکہ جن تھا جو اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس کے فسق اور حکم عدولی کی وجہ ہی یہ تھی کہ اس کا عنصر ناری (آگ) تھا اور اس کی فطرت میں سرکشی تھی۔

آیات قرآنی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جنات کی تخلیق انسان سے بہت پہلے ہوئی تھی۔ شیطان جنوں کا ہی ایک فرد تھا جو آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت موجود تھا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے باعث راندۂ درگاہ بن گیا تھا۔ اس کے بارے میں ارشاد ہے:

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ

''شیطان جنوں میں سے تھا پھر اس نے اپنے رب کی نافرمانی اختیار کر لی۔''

(الکہف: ۵۰)

بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کی غرض سے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنات کا آسمان کی طرف پرواز کرنا بند ہو گیا تھا۔ وہ آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے تو شہاب ثاقب ان کا تعاقب کرتے۔ انہوں نے یہ ماجرا ابلیس سے آ کر کہا۔ وہ بولا ضرور کوئی ایسا حادثہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمان کی طرف تمہارا عروج روک دیا گیا ہے۔ اس لئے تم مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ اور اس حادثہ کا سراغ لگاؤ' جنات کے ایک گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مقام نخلہ پر صبح کی نماز ادا کرتے پایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے جب کلام الٰہی سنا تو کہنے لگے بخدا یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے ہمارا

آسمان پر جانا روک دیا گیا۔ پھر وہ اپنی قوم کی طرف گئے اور جو سنا تھا انہیں جا کر بتایا اور اپنے ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

قرآن مجید کی سورۃ جن میں جنات کے مسلمان ہونے اور کافر ہونے کا ذکر بھی ہے۔ اس میں توحید کی تلقین اور شرک کی مذمت بڑی نمایاں ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واقعہ جن سنانے کا حکم اس لئے دیا تھا تاکہ تمام امت کو قرآنی نص کے ذریعے معلوم ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح انسانوں کی طرف رسول مبعوث ہوئے ہیں اسی طرح جنوں کی طرف بھی مرسل ہیں۔ سورۃ الاحقاف میں جنوں کا اپنا قول ہے جو انہوں نے اپنے لوگوں سے کیا:

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ۔

"اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی دعوت قبول کرلو۔" (الاحقاف:۳۱)

امام رازی کے نزدیک اس سورۃ کا یہ بھی فائدہ ہوا کہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ انسان کی طرح جن بھی ایمان اور نیک اعمال کیلئے مامور ہیں۔ نیز یہ کہ وہ ہماری زبان سمجھتے ہیں اور ہمارا کلام سنتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنوں میں ایمان کی دعوت جاری ہے۔

(ماخوذ از اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

خلاصۂ کلام:

جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان میں بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کرلیں۔ ان کی عمریں بھی بہت طویل ہوتی ہیں۔ یہ سب انسان کی طرح ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں۔ ان کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں۔ ان میں توالد و تناسل بھی ہوتا ہے' کھاتے پیتے' جیتے مرتے ہیں۔

ان میں مسلمان بھی ہیں' کافر بھی۔ مگر ان کے کفار انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں

اوران میں مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی۔ان کے وجود کا انکار کرنا کفر ہے۔

(بہار شریعت' حصہ اول' ص: ۱۴)

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے مخصوص ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کا علم نہ دیں اسے کوئی نہیں جان سکتا۔ غیب کا علم جنوں' ساحروں اور کاہنوں کو نہیں دیا جاتا۔ یہ نعمت فقط ان رسولوں کو عطا کی جاتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ اس شرف کیلئے چن لیتا ہے۔

(ماخوذ از ضیاء القرآن' جلد پنجم)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قبر

وہ جگہ جہاں انسان مرنے کے بعد سے لے کر حشر تک رہتا ہے قبر کہلاتی ہے یعنی مردہ انسان کا مدفن جہاں میت کو دبا کر نگاہوں سے اوجھل کر دیا جائے۔

متعدد احادیث مبارکہ میں عذاب قبر کا ذکر ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عذاب قبر برحق ہے۔'' (صحیح بخاری)

قبر بہشت کا ایک باغ یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔

نیک اور صالح ایمانداروں کی ارواح کیلئے رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور کافروں کیلئے عذاب کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

ایمانداروں کی روحیں بہشت کے اشجار (درختوں) پر پرندوں کی شکل میں رہتی ہیں اور قیامت کے دن اپنے جسموں سے آملیں گی۔ شہداء ابھی سے بہشت میں رہتے ہیں۔ ایماندار اپنی قبر کو ستر ستر ہاتھ وسیع پاتے ہیں اور منکروں اور کافروں کو قبر اس طرح بھینچتی ہے کہ ان کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ گنہگار کو سزا دینے کیلئے ایک آتشی سانپ جو قیامت تک اسے ڈستا رہے گا۔

متعدد احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ قبر میں صرف ایمان اور اعمال صالحہ کام آئیں گے۔ قبر کی تاریکی میں روشنی اور اجالا پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نیک اعمال ضروری ہیں۔ اسی طرح بعض احادیث میں مذکور ہے کہ سورۃ الملک کی تلاوت کرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی)

مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحیح ابو حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ واپس جانے والے حاضرین کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔''

ﷺ ﷺ ﷺ

منکر۔نکیر

جب مردے کو دفن کر کے لوگ واپس ہوتے ہیں۔اس کے بعد دو فرشتے قبر میں آتے ہیں۔ان کی شکلیں ہیبت ناک ہوتی ہیں۔ان میں ایک کا نام منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔وہ مردے کو کرخت آواز سے جھڑک کر اٹھاتے اور سوال کرتے ہیں:

پہلا سوال: مَنْ رَّبُّكَ۔یعنی تیرا رب کون ہے؟

دوسرا سوال: مَا دِيْنُكَ۔یعنی تیرا دین کیا ہے؟

تیسرا سوال: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ۔یعنی اس ذات پاک کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا؟

اگر وہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دے گا: رَبِّيَ اللهُ۔''میرا رب اللہ ہے۔'' دوسرے سوال کا جواب دے گا: دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ۔''میرا دین اسلام ہے۔'' تیسرے سوال کا جواب دے گا: هُوَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔''وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔''

اس وقت منادی ندا کرے گا میرے بندے نے سچ کہا۔اس کیلئے جنت کا بستر بچھادو؛ جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کھڑکی کھول دو اور وسعت قبر حسب مراتب کشادہ کر دی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا کہ سو جیسے دولہا سوتا ہے۔

گنہگاروں میں بعض پر عذاب بھی ہوگا۔ایک روایت کے مطابق گنہگار مومن پر عذاب قبر شب جمعہ آنے تک ہے پھر نہیں۔(واللہ اعلم)۔جو مسلمان جمعہ کی رات یا دن کو یا رمضان المبارک کے مہینے میں وفات پائے گا تو وہ منکرین کے سوال و عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

اگر مردہ کافر یا منافق ہے تو وہ منکرین کے سب سوالوں کے جواب میں کہے گا افسوس مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔اس وقت ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا کہ یہ جھوٹا ہے اس کیلئے

آگ کا بچھونا بچھاؤ اور آگ کا لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو جس کی گرمی اس کو پہنچے گی اور اس کو عذاب دینے کیلئے دو فرشتے مقرر ہوں گے۔ بچھو اور سانپ اسے عذاب پہنچاتے رہیں گے۔ مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہ گیا ہے یا پھینک دیا گیا ہے غرضیکہ کہیں ہو اس سے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب اسے پہنچے گا۔ یہاں تک کہ اسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال و ثواب و عذاب جو کچھ ہو پہنچے گا۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام' علمائے دین و شہداء' حافظ قرآن کہ قرآن مجید پڑھا کرتے ہوں۔ وہ جسم جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو اور وہ جو درود شریف کثرت سے پڑھتے ہوں ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ (بہار شریعت' حصہ اول)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عالمِ برزخ

موت سے حشر تک کی مدت' جس سے مردہ گزرتا ہے اسے برزخ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام انس وجن کو حسب مراتب واعمال اس میں رہنا ہوتا ہے۔ یہ عالم دنیا سے بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو۔

جب زندگی کا وقت پورا ہو جاتا ہے اس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام (موت کا فرشتہ) روح قبض کرنے کیلئے آتا ہے۔ مرنے والے کے دائیں اور بائیں جانب جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے فرشتے ہی فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔

مسلمان کے اردگرد رحمت کے فرشتے جبکہ کافر کے دائیں اور بائیں جانب عذاب کے فرشتے ہوتے ہیں۔ اس وقت ہر شخص پر اسلام کی سچائی سورج سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدن انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ بدن پر جو گزرے گی روح اس سے آگاہ اور متاثر ہوگی' جس طرح حیات دنیا میں بحالت نیند ہوتی ہے۔ روح کیلئے خاص خوشی یا غم کے اسباب ہوتے ہیں جس سے خوشی یا غم پیدا ہوتا ہے۔ یہی سب حالتیں برزخ میں ہیں۔

مرنے کے بعد مسلمان کی روح اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق مختلف مقاموں میں رہتی ہے۔ روح کسی بھی مقام پر ہو اپنے جسم سے اس کا تعلق بدستور رہتا ہے۔ جب کوئی قبر پر آئے اسے دیکھتے' پہچانتے ہیں' اس کی بات سنتے ہیں۔ آئمہ کرام فرماتے ہیں کہ نیک روحیں جب بدن سے جدا ہوتی ہیں عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور سب کچھ اسی طرح دیکھتی ہیں جیسے دنیا میں حاضر ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا کہ جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے' جہاں چاہے جائے۔

کافروں کی خبیث روحیں زمین کے نیچے چلی جاتی ہیں۔ اپنی قبر پر گزرنے والے کو دیکھتی اور پہچانتی ہیں مگر انہیں جانے آنے کا اختیار نہیں کیونکہ وہ قید میں ہیں۔

مردہ کلام بھی کرتا ہے مگر اس کے کلام کو انسان اور جن کے سوا تمام حیوانات سنتے ہیں۔ جب مردے کو دفن کر کے لوگ واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کی آواز بھی سنتا ہے۔

عالم برزخ میں رشتہ داروں کے سامنے

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

''اور فرمایئے عمل کرتے رہو بس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور دیکھے گا اس کا رسول اور مومنین۔'' (التوبہ:۱۰۵)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح البیان میں اس کی توضیح اس طرح فرمائی ہے کہ نیک بندوں کے مخلصانہ عمل کا نور الوہیت سے رسول اسے اپنے نور نبوت سے اور مومنین کاملین اسے اپنے نور ایمان سے دیکھتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن' حصہ دوئم)

حافظ ابن کثیر مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ احادیث میں وارد ہے کہ برزخ میں زندوں کے اعمال والدین اور اقرباء کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال' تمہارے والدین اور اقرباء پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اچھے ہوں تو وہ ان سے خوش ہوتے ہیں اور اگر ایسے نہ ہوں تو کہتے ہیں اے اللہ! انہیں توفیق فرما کہ تیری فرمانبرداری کے کام کریں۔ امام احمد کی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال' تمہارے قریبی رشتہ داروں اور خاندان کے مردہ افراد کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اچھے ہوں تو ان سے خوش ہوتے ہیں بصورت دیگر کہتے ہیں: ''اے اللہ! انہیں موت سے پہلے ہدایت عطا فرما جیسے تو نے ہمیں ہدایت فرمائی۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں' جمعہ کے دن انبیاء کرام اور آباء و امہات کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو وہ ان کے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی سفیدی اور چمک بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اذیت نہ دو۔ (جامع صغیر: حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

ابو عبداللہ قرطبی اپنی سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ہر دن صبح و شام امت مسلمہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ان

کے ناموں اور عملوں سے پہچانتے ہیں، اسی لئے ان کے حق میں گواہی دیں گے۔

حافظ زین الدین ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ:

''برزخ میں امت کے اعمال نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا بندے کو اس بات سے شرمانا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس کا ایسا عمل پیش کیا جائے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔''

(دار الجمیل، بیروت، ص:۹۱) (ماخوذ از اسلامی عقائد، علامہ سید یوسف، سید ہاشم رفاعی)

روحوں کا بعد وفات اپنے گھر آنا:

شاہ عبدالحق محدث دہلوی ؒ شرح مشکوۃ شریف کے باب زیارت القبور میں فرماتے ہیں کہ:

۱۔ میت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی روح کو ایصال ثواب (صدقہ) کرنا مستحب ہے۔ میت (مرحوم) کیلئے صدقہ (ایصال ثواب) کرنا میت کیلئے نفع بخش ہے۔''

۲۔ بعض روایات میں شب جمعہ (جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات) کو ارواح اپنے گھر میں آتی ہیں اور منتظر رہتی ہیں کہ ان کیلئے کوئی صدقہ کرے۔

۳۔ شیخ الاسلام ''کشف الغطاء عما لزم للموتی علی الاحیذ فصل احکام دعا و صدقہ میں فرماتے ہیں کہ:

مومنین کی روحیں ہر شب جمعہ (جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات)، روز عید، روز عاشورا اور شب برأت کو اپنے اپنے گھروں کے باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک، بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو! اے میری اولاد! اے میرے قرابت دارو! صدقہ کر کے ہم پر مہربانی کرو۔

۴۔ عبداللہ ابن مبارک راوی ہیں کہ

بیشک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص زندان (قید خانہ) میں تھا اب آزاد کر دیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔ (کتاب الزہد ابن المبارک)

۵۔ ابوبکر بن شیبہ راوی ہیں کہ

جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے۔ (کتاب الزہد: ابن ابی شیبہ)

۶۔ بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور کافر کی روح سجین میں مقید ہے۔ (کتاب الزید لابن مبارک)

۷۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جب عید یا جمعہ یا عاشورا کا دن یا شب براءت ہوتی ہے اموات کی روحیں آکر اپنے اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں:

''ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے' ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے' ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔'' (خزانۃ الروایات)

۸۔ موت فنائے روح نہیں بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے۔ روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ حدیث میں ہے اِنَّمَا خَلَقْتُمْ لِلْاَبَدِ۔ یعنی تم ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے بنائے گئے ہو۔ (شرح الصدور) تو جیسے تعلقات حیات دنیوی میں تھے اب بھی رہتے ہیں۔

حدیث میں فرمایا کہ ''ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں جبکہ برائیوں پر رنجیدہ۔ اے اللہ کے بندو! تم اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو۔''

(فتاویٰ رضویہ' جلد: ۹' ص: ۶۵۷)

۹۔ عزیزوں کو اگر تکلیف پہنچتی ہے اس کا ملال میت کو بھی ہوتا ہے۔ موت پر رونے کی ممانعت میں فرمایا کہ جب تم روتے ہو مردہ بھی رونے لگتا ہے۔ تو اسے غمگین نہ کرو۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ' جلد: ۹' ص: ۶۴۹ - ۶۵۲)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظاہر ہونا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ ایک آدمی میرے اہل بیت میں سے عرب کا حاکم ہوگا اور وہ میرا ہمنام ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف' جلد: دوم۔ ترمذی وابوداؤد)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بکثرت روایات منقول ہوئی ہیں۔ آپ کا ظہور قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے پہلی نشانی ہے۔

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا نام محمد' کنیت عبداللہ اور لقب جابر ہوگا۔ آپ سیدہ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے یعنی آپ حسنی سید ہوں گے۔ (ابن ماجہ۔ ابی داؤد۔ حجۃ اللہ' جلد: دوم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ یقیناً میرا یہ بیٹا سردار ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام سید (سردار) رکھا ہے اور عنقریب اس کی پشت میں سے ایک مرد پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی پر رکھا جائے گا لیکن جسمانی بناوٹ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ نہیں ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مزید فرمایا کہ وہ امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوگا جو زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف' جلد: دوم)

وہ دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل)

جب تمام دنیا میں کفر پھیلنے لگے گا تو اس وقت تمام اولیاء اللہ بالخصوص ابدال حضرات سب جگہوں سے سمٹ کر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہجرت کر جائیں گے کیونکہ اس وقت انہی دو مقامات پر اسلام رہے گا باقی ساری دنیا پر کفر کا تسلط ہوگا۔

رمضان شریف کا مہینہ ہوگا' تمام ابدال اور اولیاء اللہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ اسی اجتماع میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی ہوں گے۔ اولیاء کرام ان کو پہچان کر ان سے

بیعت لینے کی درخواست کریں گے مگر آپ انکار کریں گے۔ اسی اثناء میں اچانک ایک غیبی آواز بلند ہوگی جسے سبھی سنیں گے:

هٰذَا خَلِيْفَةُ اللهِ الْمَهْدِىْ فَاسْمَعُوْلَهٗ وَاَطِيْعُوْهُ

''یہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو۔''

(مرقاۃ المفاتیح' جلد:۹۔ بہار شریعت' حصہ اول)

اس غیبی آواز کو سن کر سبھی آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے۔ وہاں سے سب کو اپنے ہمراہ لے کر ملک شام کو تشریف لے جائیں گے اور کفار سے جہاد فرمائیں گے اور روئے زمین پر ہر طرف خیر و برکت کا ظہور اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔ (ماخذ: بہار شریعت' توضیح العقائد)

مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی خلافت کے سات سال بافراغت ہوں گے۔ آٹھواں سال تدبیر جنگ وجدال کے اندر گزرے گا اور نواں سال مصاحبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بسر ہوگا۔ پھر آپ انتقال فرمائیں گے۔ (توضیح العقائد)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ

''جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ (علیہ السلام) یقیناً میں پوری عمر تک پہنچاؤں گا تمہیں۔'' (آل عمران:۵۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ

''اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ تو قتل کیا اور نہ ہی صلیب دی ہاں ان پر یہ امر مشتبہ ہو گیا۔'' (النساء:۱۵۷)

بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔

''بلکہ اللہ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا۔'' (النساء:۱۵۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے: قَالَ الْحَسَنُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَلِیَھُوْدِ اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاَنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

''رسول اللہ ﷺ نے یہود کو فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور قیامت سے پہلے وہ تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔'' (ضیاء القرآن جلد: اول)

بخاری و بیہقی میں ہے:

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَاَمَامُکُمْ مِنْکُمْ (بخاری میں من السماء کا لفظ نہیں)

''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور تمہارے اندر ایک امام تم سے موجود ہوگا (یعنی حضرت مہدی علیہ السلام)۔''

متعدد احادیث صحیحہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت میں ہو

گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر عمل فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کو ظاہر کریں گے اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام باب لد کے مقام پر دجال کو ماریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم میں یہ تاثیر ہو گی کہ جس کافر کو وہ ہوا لگ جائے گی وہ فوراً مر جائے گا۔ جب دجال اور اس کی فوج پامال ہو چکے گی تو امام مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک کی سیر فرمائیں گے اور جن کو دجال کے شر سے مصیبت پہنچی ہو گی ان کو تسلی دیں گے اور ان کے نقصان کی الطافات اور عنایات سے تلافی فرمائیں گے۔

آپ کے زمانہ میں مال کی کثرت ہو گی یہاں تک کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو مال دے گا تو وہ قبول نہ کرے گا۔ (صحیح بخاری)

اس زمانہ میں عداوت وبغض وحسد بالکل نہ ہو گا۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم سے خنزیر قتل کئے جائیں گے۔ صلیب جن کو نصاریٰ پوجتے ہیں توڑ دی جائیں گی۔ اس وقت کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جائے گا' ان کیلئے سوائے قتل یا قبول اسلام کے دوسرا حکم نہ ہو گا۔ سب اہل کتاب اور کافر مسلمان ہو جائیں گے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

''اور کوئی ایسا نہیں ہو گا اہل کتاب سے مگر وہ ضرور ایمان لائے گا مسیح پر ان کی موت سے پہلے۔'' (النساء:۱۵۹)

اور تمام جہان میں صرف ایک دین اسلام ہو گا۔ (سنن ابی داؤد) (ماخوذ توضیح العقائد)

بچے سانپ سے کھیلیں گے اور شیر اور بکری ایک ساتھ چریں گے۔

(سنن ابی ماجہ' باب الفتن)

چالیس برس تک آپ اس دنیا میں رہیں گے' نکاح کریں گے' اولاد بھی ہو گی۔ وفات کے بعد آپ روضہ انور میں دفن ہوں گے۔ (بیہقی) (مرقاۃ المفاتیح) (ماخوذ از بہار شریعت' حصہ اول)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دجال

اسلامی اصطلاح میں دجال سے مراد جھوٹا مسیح ہے اور اس کا دجل' اس کی جادوگری اور کذب ہے۔ (لسان العرب)

دجال آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا اور الوہیت (خدائی) کا دعویٰ کرے گا۔ (ابن الاثیر)
دجال کا خروج وظہور علامات قیامت میں سے ہے۔ (بخاری ومسلم) دجال کا ظہور اولاً عراق وشام کے درمیان ہوگا اور وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر وہ اصفہان کی طرف جائے گا جہاں وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور ستر ہزار یہودی اس کی پیروی کریں گے۔ (شاہ رفیع الدین۔ صحیح مسلم)

اس کے ظہور سے پہلے بڑی قحط سالی ہوگی اور لوگوں کو سختی کا سامنا ہوگا۔ (مسند احمد)
دجال کی شکل وصورت بھی احادیث میں بیان ہوئی ہے کہ وہ کانا ہوگا' اس کی آنکھ پھلی ہوگی جو سبز رنگ کے شیشے کی بنی ہوئی معلوم ہوگی۔ اس کے بال حبشیوں کی طرح گھنگریالے ہوں گے' گلا چوڑا چکلا ہوگا' اس کی پیشانی پر ''ک اف ر'' (کافر) لکھا ہوگا جس کو مسلمان پڑھ لے گا مگر کافر کو نظر نہ آئے گا۔ (صحیح مسلم' کتاب الفتن۔ فتح الباری) اس کا رنگ سرخی مائل اور جسم بھدا ہوگا۔ (بخاری۔ صحیح مسلم۔ ابوداؤد)

دجال کے پاس ایک باغ ہوگا جسے وہ جنت کہے گا اور ایک آگ ہوگی جسے وہ دوزخ کا نام دے گا۔ جہاں دجال جائے گا یہ بھی اس کے ساتھ جائیں گے۔ (صحیح مسلم' کتاب الفتن)
دجال خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل' جلد:۵) جو اس پر ایمان لائے گا وہ اسے اپنی جنت میں داخل کرے گا اور جو انکار کرے گا اسے جہنم میں ڈالے گا۔ (فیض القدیر' جلد:۳)
مردے زندہ کرے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل' جلد:۷)

اس کے ہاتھ میں خرق عادت ظاہر ہوں گی جیسے آسمان سے بارش برسانا' درختوں کو پھل لگانا' شیاطین کو لوگوں کے مردہ ماں باپ کی شکل میں زمین کے اندر سے نکالنا اور تیزی سے

ادھر سے ادھر جانا جیسے ہوا پر بادل تیرتے ہیں۔(صحیح مسلم) اسی قسم کے بہت سے شعبدے دکھائے گا جبکہ حقیقت میں یہ سب جادو کے کرشمے اور شیاطین کے تماشے ہوں گے جن کا واقعیت سے کچھ تعلق نہیں ہوگا۔

سب سے پہلے دجال ایک پہاڑ پر آئے گا اور وہاں بیٹھ کر ایک آواز نکالے گا جو ایک ہزار فرسنگ پر پہنچے گی۔ وہ قریباً تین دن تک وہاں رہے گا جب کفار کا لشکر مع جنگی اسباب جمع ہو جائے گا تو وہ تمام دنیا کو فتح کر لے گا مگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ نہ کر سکے گا۔

دجال کی فتنہ پردازی کی مدت چالیس روز تک رہے گی۔ ان چالیس دن میں حرمین طیبین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کے سوا تمام روئے زمین کا گشت کرے گا۔(صحیح مسلم کتاب الفتن) چالیس دن میں پہلا دن سال بھر کے برابر ہوگا اور دوسرا دن مہینے بھر کے برابر اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر اور باقی دن چوبیس چوبیس گھنٹے کے برابر ہوں گے اور وہ بہت تیزی کے ساتھ سیر کرے گا جیسے بادل جس کو ہوا اڑاتی ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الفتن)

دجال جب ساری دنیا میں فتنہ وفساد برپا کر کے ملک شام کو جائے گا، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے جامع مسجد دمشق کے مشرقی مینارہ پر نزول فرمائیں گے۔(صحیح مسلم) صبح کا وقت ہوگا نماز فجر کیلئے اقامت ہو چکی ہوگی، حضرت امام مہدی کو کہ اس جماعت میں موجود ہوں گے امامت کا حکم دیں گے، حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں گے، دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی خوشبو سے اس طرح پگھلنا شروع ہوگا جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی خوشبو حد نظر تک پہنچے گی۔ دجال بھاگے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تعاقب فرمائیں گے اور لد (بیت المقدس) کے مقام پر اس کی پیٹھ میں نیزہ ماریں گے جس سے وہ جہنم واصل ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ)

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ: اول۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، حصہ: دوم۔ توضیح العقائد از مولانا رکن الدین)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یاجوج وماجوج کا خروج

حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ○

''یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائیں گے یاجوج وماجوج اور وہ ہر بلندی سے بڑی تیزی کے ساتھ نیچے اترنے لگیں گے۔'' (سورۃ الانبیاء:۹۶)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد تمام اختیارات حکومت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد ہوں گے۔ امن وامان کی حالت بہت اچھی ہوگی کہ یکا یک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے القاء ہوگا کہ دنیا میں ایک ایسی قوم نکلنے والی ہے جس سے کسی کو لڑائی کی طاقت نہیں ہو گی لہٰذا تم میرے بندوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ۔ حسب الحکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جائیں گے۔

مسلمانوں کے کوہِ طور پر جانے کے بعد یاجوج و ماجوج اس قدر کثیر تعداد میں ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ (جس کی لمبائی دس میل ہوگی) سے جب گزرے گی تو اس کا پانی پی کر اس طرح خشک کردے گی کہ ان کے بعد آنے والی دوسری جماعت کہے گی کہ یہاں کبھی پانی تھا ہی نہیں۔ (المرقاۃ' جلد:۹)

یہ وہ قبائل ہیں جو یافث بن نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ (مدارک و بیضاوی) خیال کیا جاتا ہے کہ یہ منگولیا (تاتار) قوم کے وحشی قبائل ہیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں۔ ان کا ذکر سورۃ کہف' سورۃ النساء اور دیگر کئی سورتوں میں ہے۔ (اردو انسائیکلو پیڈیا' جامعہ پنجاب)

یاجوج و ماجوج دنیا میں قتل و غارت سے جب فرصت پائیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کرلیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے۔ قدرت خداوندی سے ان کے تیر اوپر سے خون آلودہ گریں گے۔ اس سے وہ بہت خوش ہوں

گے کہ اب سوائے ہمارے کوئی باقی نہیں ہے۔

کوہِ طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت محصور ہوں گے اور قحط سے دوچار ہوں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا فرمائیں گے اور آپ کے ساتھی آمین کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کر دے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مرجائیں گے۔ ان کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اتریں گے اور دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری پڑی ہوگی اور ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں ہوگی۔

اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے پھر دعا کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ پرندے بھیجے گا وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ چاہے گا پھینک آئیں گے۔ اس کے بعد بارش ہوگی اور زمین اور آسمان کو حکم ہوگا کہ اپنی برکتیں انڈیل دے۔ اس کی برکت سے ایک انار ایک جماعت کھائے گی اور دودھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ جماعت کو کافی ہوگا' ایک گائے کا دودھ پورے قبیلہ کو اور ایک بکری کا خاندان بھر کو کفایت کرے گا۔

(سنن ترمذی) (ماخوذ از بہار شریعت' حصہ: اول)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قیامت

قرآن مجید میں ''قیامت'' کا متعدد ناموں سے ذکر کیا گیا اور ہر نام کسی خاص پہلو کی نشاندہی کرتا ہے۔قرآن مجید میں سب سے پہلا نام یوم الدین سورہ فاتحہ کی آیت نمبر تین میں ہے۔یعنی عمومی جزا اور عدالت ربانی کا دن۔

سورہ القیامہ میں انتہائی مناسب انداز میں قیامت کی ہولناک کیفیات کی تصویر کشی کی گئی ہے۔قرآن مجید میں لفظ القیامۃ ستر مرتبہ جملہ یوم القیامۃ کے طور پر ہوا ہے۔قیامت کا منکر کافر ہے۔اسلامی عقائد کے مطابق عقیدہ حشر ونشر میں واقعات کی شرعی ترتیب حسب ذیل ہے:

ا۔ دنیا ختم ہونے کی جو نشانیاں ہوں گی ان میں خصوصیت کے ساتھ دجال کا خروج ہے۔ یہ دجال بہت سے آدمیوں کو گمراہ کرے گا جس کے خاتمہ کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا اور آپ علیہ السلام دجال کو قتل کر دیں گے۔اس کے بعد ایمان کا دور شروع ہوگا۔

۲۔ پہلا صور پھونکا جائے گا اور تمام زندہ چیزیں مر جائیں گی پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا اور تمام جاندار زندہ ہو جائیں گے اور ان سب کو حشر میں زندہ کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن جب سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے تو میں ہی سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔'' (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز جب لوگ قبروں میں اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں روضۂ اقدس سے اٹھوں گا۔میرے بعد ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) اٹھیں گے پھر اہل بقیع اٹھیں گے۔'' (ترمذی شریف)

قیامت کے روز اللہ کے نیک بندے جب حاضر ہوں گے تو ان کے چہرے گلاب کے پھول کی طرح شگفتہ ہوں گے' ان کی مشتاق نگاہیں انوار الٰہی کے دیدار میں مستغرق ہوں گی لیکن بدکار لوگ جب وہاں پکڑ کر لائے جائیں گے تو ان کے چہروں پر نحوست برس رہی ہوگی' خوف سے تھر تھر کانپ رہے ہوں گے۔ سب کو محشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا۔ وہاں سب اللہ کے حضور بڑی مدت تک کھڑے رہیں گے اور انہیں اپنے جرائم کے مطابق پسینہ آئے گا۔

۳۔ اب عدالت شروع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص سے براہ راست سوال کرے گا۔ اعمالنامے کھلیں گے۔ اعمال تولے جائیں گے اور جو ناانصافیاں ہوئی ہوں گی ان کا فیصلہ کیا جائے گا۔

۴۔ الف: جہنم کے اوپر سے جنت کو جو پل جاتا ہے اسے الصراط کہتے ہیں۔
ب: شفاعت۔ ج: حوض کوثر۔ د: جہنم۔ ر: جنت الفردوس۔
س: اعراف۔

اللہ جب خالق ہے تو حاکم بھی اللہ ہی ہے اور آخری فیصلے بھی اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

لہٰذا نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے سب سے زیادہ اسی یقینی امر' یعنی قیامت سے ڈرایا ہے اور اس کے واقع ہونے سے پہلے توبہ اور رجوع الی اللہ کی تبلیغ کی ہے۔ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ عمل کے دو درجے ہیں۔ ایک عذاب القبر (منکر نکیر) اور دوسرا نعیم القبر (قبر کی برکت و راحت) لہٰذا قبر یا تو ابتدائی صورت میں جہنم کا نمونہ ہے یا جنت کا۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ الانعام' آیت: ۹۳۔ سورۃ التوبہ' آیت: ۱۰۱۔ سورۃ ابراہیم' آیت: ۲۷۔ سورۃ المومن' آیت: ۱۱' ۴۶۔ سورۃ نوح' آیت: ۲۵۔

چونکہ آپ ﷺ کے سپرد اصل دین کے احیاء کی تبلیغ تھی اور آپ ﷺ لوگوں کے دلوں میں عظمت و جبروت الٰہیہ پیدا فرماتے رہے اس لئے مرنے کے بعد زندہ ہونے اور

اعمال کے حساب و کتاب کو آپ ﷺ نے اولین اہمیت دی۔ کتب احادیث میں قبر کے احوال میں متعدد احادیث روایت ہوئی ہیں۔

قرآن مجید میں ابتدا سے لے کر آخر تک قیامت کے قائم ہونے کی ہولناکیوں کی تفصیل اور دل آویز تمثیلات کا ذکر ہے۔ پھر جہنم کا بیان اور اس کے مقابلے میں جنت کے احوال ہیں۔قرآن مجید میں انفرادی حیثیت سے لوگوں کا محاسبہ ہونا مذکور ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں صرف ایک جگہ صراط الجحیم (سورۃ الصفٰت' آیت: ۲۳) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: وان منکم الا واردھا۔ (مریم: ۷۱) ترجمہ: ''اور تم میں سے ہر کسی کو اس سے گزرنا ہے۔'' میں جہنم کا راستہ۔لیکن احادیث مبارکہ میں ایک ''پل'' کا ذکر آتا ہے جو جہنم کے اوپر بنا ہوا ہے جسے ''پل صراط'' کہتے ہیں جو ایک پل کی شکل میں جہنم پر سے گزرتا ہے۔

بعث بعد الموت یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کیلئے جو صور پھونکا جائے گا اس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ ہے۔ (مثلاً: سورۃ الانعام' آیت: ۷۳۔ سورۃ الکہف' آیت: ۹۹۔ سورۃ المومنون' آیت: ۱۰۱' سورۃ یٰسین' آیت: ۵۱) ان میں صرف ایک آواز ''نفخہ'' کا ذکر ہے لیکن سورۃ الزمر کی آیت ۶۸ میں دو آوازوں کا ذکر ہے۔ پہلی آواز پر زمین و آسمان کے سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے پھر دوسری آواز پر سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ہر شخص کے پاس اس کا اپنا اعمالنامہ ہوگا۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک اور نشانی دآبۃ من الارض۔ جس کا ذکر قرآن مجید سورۃ النمل کی آیت ۸۲ میں فرمایا ہے۔ زمین سے ایک جانور کا خروج ہے جو کسی جزیرے میں مسیح الدجال کے ساتھ رہنے والا جانور بتایا گیا ہے۔ یہ وہی دجال ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔

''حوض'' سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حوض کوثر ہے اور یہ بھی روز قیامت کے مناظر میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اس حوض سے آپ ﷺ تشنگان حشر مومنین کو جام پلائیں

گے اور جو پئے گا پھر اسے پیاس نہ ہوگی۔

قربِ قیامت کی نشانیوں کے بارے میں قرآن وحدیث میں تفصیلات موجود ہیں۔ امام نسفی رحمۃ اللہ نے کتاب العقائد میں صرف پانچ باتیں بتائیں:

خروج دجال۔ دابۃ الارض۔ یاجوج وماجوج۔ نزول مسیح اور مغرب کی طرف سے سورج کا طلوع ہونا۔

اعراف:

جنت' دوزخ کے ساتھ اعراف بھی ہے۔ جس کا ذکر سورۃ الاعراف کی آیات ۴۶ تا ۴۸ میں موجود ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ نے اس کا ترجمہ ''بلندیاں'' کیا ہے۔ گویا اعراف اتنی اونچی جگہ ہے جہاں کے باشندے جنت اور دوزخ دونوں میں رہنے والوں کو دیکھ سکیں گے۔

صحیح مسلم جلد اول کی روایت کے مطابق ستر ہزار یعنی بہت بڑی تعداد میں مسلمان جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ ان میں بالخصوص شہداء ہیں جن کی ارواح پہلے ہی جنت میں چلی جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے سورۃ القیامہ کی تلاوت کی اس کے بارے میں قیامت کے دن جبرائیل علیہ السلام اس بات کی شہادت دیں گے کہ یہ قیامت کے دن پر ایمان رکھتا تھا۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مقامِ محمود

شفاعت کا ایک خاص منصب' شفاعت کبریٰ کہلاتا ہے۔ یہ منصب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کے مقدس ہاتھ پر باب شفاعت کھلے گا۔ اس کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ صالحین تک کیلئے شفاعت کا حصہ ہے۔ (بخاری شریف' باب:۵۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت پر سب کا اجماع ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا٥

''قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا (مقام محمود) جہاں سب تمہاری حمد کریں گے۔''

یہ مقام محمود کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَقَامُ الْمَحْمُوْدُ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ۔

''یہ مقام محمود مقام شفاعت ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر)

خود حضور ﷺ نے فرمایا یہ مقام شفاعت ہے۔ (الشفاء' حصہ اول) مزید وضاحت فرمائی کہ هُوَ الْمَقَامُ الَّذِیْ اَشْفَعُ لِاُمَّتِیْ فِیْهِ۔ یعنی یہ وہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ہی قیامت کے دن جمیع اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی ہوں جس کیلئے سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میں ہی وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں برابر

شفاعت کرتا رہوں گا۔ حتیٰ کہ مجھے کچھ لوگوں کے اعمال نامے دکھائے جائیں گے جس پر ان کا دوزخی ہونا مرقوم ہوگا۔ جب میں ان کی شفاعت کر رہا ہوں گا تو دوزخ کا داروغہ کہے گا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنی امت پر اللہ تعالیٰ کی ذرا سی ناراضگی نہیں رہنے دی۔ (جواہر البحار، جلد اول)

اس انعام پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک راضی نہیں ہوگا جب تک میری امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں ہے۔ (تفسیر الدر المنثور سورۃ والضحیٰ)

اس سے یہ بات عیاں ہوئی کہ جس رضا کا تذکرہ ہوا اس کا سب سے اہم پہلو شفاعت ہے۔ اس منصب کا ذکر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پانچ خصوصی امتیازات میں فرمایا:

أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِي

"مجھے پانچ امتیازی اوصاف ایسے دیئے گئے کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔" (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچوں کا ذکر فرمایا۔ ان امتیازات میں سے ایک امتیاز:

وَاُعْطِيتُ الشَّفَاعَةُ ہے۔ (بخاری شریف)

"مجھے شفاعت کا منصب عطا فرمایا گیا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"اللہ کے ایک پیام رساں (فرشتے) نے مجھے انتخاب کیلئے دو متبادل چیزیں پیش کیں۔" ایک تو شفاعت کا حق اور دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آدھی امت جنت میں جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت کا حق پسند فرمایا کیونکہ اس سے قابل لحاظ نتیجہ نکلنے کی امید تھی۔"

(الترمذی، کتاب الصفۃ القیامہ۔ امام ابن حنبل، والرقائق دانوراع)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کا جو خاص مقام حاصل ہے اسے شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ (مسلم کتاب الایمان۔ ابوداؤد، کتاب السنہ)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے اہل کبار کے لئے

ب۔ ''شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ کَبَآئِرِ مِنْ اُمَّتِیْ'' (ابوداؤد' کتاب السنۃ الترمذی' کتاب صوم)
شفاعت صرف ان لوگوں کیلئے ہوگی جو مشرک نہ رہے ہوں۔ (بخاری' کتاب التوحید۔ ترمذی' کتاب صفۃ القیامہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک مقبول دعا کا حق دیا ہے جو انہوں نے دنیا ہی میں مانگ لی جبکہ میں نے اپنا وہ حق قیامت کے دن کیلئے محفوظ رکھا تا کہ قیامت کے روز اللہ سے اپنی امت کی شفاعت کر سکوں۔ (الصحیفہ ہمام بن منبہ۔ مسند احمد۔ مسلم' کتاب الایمان)

مذکورہ بالا ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے روز حساب کی وحشت سے نجات کا صرف ایک ذریعہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے نبیء رحمت ﷺ ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ اس شفاعت کا کامل یقین رکھتے ہوئے دامن مصطفی ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھنا چاہئے۔

امام ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں:

وَاِنْ قَنَطَتْ مِنَ الْعِصْیَانِ نَفْسٌ... فَبَابُ مُحَمَّدٍ بَابُ الرَّجَاءِ۔

''اگر گناہوں سے کوئی جان مایوس ہے تو محمد ﷺ کا دروازہ امید کا دروازہ ہے (اس سے مایوس نہ ہو)۔ (دیوان ابن حجر العسقلانی)

یعنی ایمان بالآخرت کے حوالے سے شفاعت رسول ﷺ پر (صدق دل سے) یقین بھی ضروری ہے اور منکر شفاعت محروم ہے کہ روز حساب (صرف اور صرف) یہی اک سہارا (ہماری) فلاح ونجات کی ضمانت ہے۔ ان شاء اللہ۔

جہنمی اپنی ہولناک حالت سے جس طرح نجات پائیں گے اس کی تفصیل احادیث کی کتابوں میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ بعض کو دوزخ کی آگ سے کم تکلیف ہوگی اور بعض جل کر ایک حد تک کوئلہ ہو جائیں گے۔ ان کی نجات ہو جائے گی تو ان پر چشمہ حیات (بخشش الہیہ) کا پانی ان پر چھڑکا جائے گا تو ان کے جسم کی تازگی نکھر آئے گی۔ (صحیح مسلم' کتاب الاعمال)
(ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

ﷺ ﷺ ﷺ

شفاعت

شفاعت کی اصطلاح عام طور پر دینی مفہوم میں اور خاص طور پر قیامت کے سلسلہ میں مستعمل ہے اور قرآن مجید میں بھی یہی مفہوم ملتا ہے۔ شفاعت صرف اللہ کی اجازت سے ہی ممکن ہے۔ مثلاً:

مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ

''اس کے پاس کون شفاعت کر سکے گا بجز اس کی اجازت کے؟'' (البقرہ:۲۵۵)

مَا مِنۡ شَفِيۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِهٖ ؕ

''کوئی نہیں شفاعت کرنے والا مگر اس کی اجازت کے بعد۔'' (یونس:۳)

وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کی اجازت دی؟ اس سوال کا جواب قرآن مجید میں دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا ۘ

''سفارش کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے سوا اس کے جس نے (خدائے) رحمن سے وعدہ لیا ہے۔'' (مریم:۸۷)

ان آیات مقدسہ کی رو سے ایک قاعدہ بیان فرما دیا کہ ہر شخص کو بارگاہ ذوالجلال میں لب کشائی اور شفاعت کی طاقت نہ ہوگی۔ صرف وہی شفاعت کرے گا جس کو پروردگار عالم نے اذن فرمایا۔ بتانا یہ ہے کہ اے مشرکین و کفار! قیامت کے دن تو وہی شفاعت کرے گا جسے اجازت ہوگی۔ الا باذنہ سے واضح فرمایا کہ وہ محبوب و مقبول بندگان ضرور شفاعت کریں گے جن کو ان کے رب نے اجازت مرحمت فرمائی ہوگی۔

سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اللہ کا محبوب و حبیب محمد مصطفی علیہ التحیہ واجمل

الثناء ہوں گے جو اس روز (قیامت) کو مقام محمود کے منصب رفیع پر متمکن ہوں گے۔

اے اللہ کریم! ہم گنہگاروں کو اپنے رسول مقبول ﷺ' صاحب مقام محمود کی شفاعت نصیب فرما اور ان کی برکات وتوجہات سے ہمیں دنیا وآخرت میں سرفراز رکھ۔ (آمین)

(تفسیر ضیاء القرآن زیر آیت: ۲۵۵' سورۃ البقرہ)

اسلام میں شفاعت کو کاملاً خارج نہیں کیا گیا۔ ایسی کئی آیات ہیں جن میں مفہوم مذکور ہی ہی وضاحت یوں کی گئی ہے:

یعنی یوں سمجھیں کہ شفاعت صرف اللہ کی اجازت سے ہی ممکن ہے۔ یعنی اس کے پاس کون شفاعت کر سکے گا بجز اس (اللہ) کی اجازت کے؟ (سورۃ البقرۃ آیت: ۲۵۵۔ سورۃ یونس' آیت: ۳) وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کی اجازت دی ہے؟ اس سوال کا جواب بھی دیا گیا۔ چنانچہ (وہاں لوگ کسی کی) سفارش کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے سوائے اس کے جس نے (خدائے) رحمن سے وعدہ لیا ہے۔

کتب حدیث میں بھی عموماً شفاعت کا ذکر قیامت کے مناظر کے سلسلے میں ہے مگر یہ امر قابل ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت (اور دعائے مغفرت) قیامت ہی میں نہیں اس دنیا ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ام المومنین جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر رات کو جنت البقیع میں جایا کرتے تھے تاکہ فوت ہونے والوں کیلئے اللہ سے دعائے مغفرت کریں۔ (مسلم شریف' کتاب الجنائز۔ ترمذی' کتاب الجنائز)

اسی طرح صلوٰۃ الجنائز میں بھی آپ کی استغفار کا ذکر ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ)

فوت ہونے والوں کیلئے دعائے مغفرت نماز جنازہ میں بھی ایک جزو کے طور پر شامل ہے جسے بہت اہمیت دی جاتی ہے۔

جب ایک سو مسلمانوں کی جماعت کسی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھے گی اور اس کیلئے

گناہوں کی مغفرت چاہے گی تو یہ دعا قابل قبول ہوگی۔ (مسند امام احمد بن حنبل) بعض احادیث میں تعداد چالیس سے سوتک بیان ہوئی ہے۔ تین صفوں سے بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

روز حساب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کا ذکر اکثر کتب احادیث میں منقول ہے۔ مثلاً بخاری شریف' کتاب التوحید۔ مسلم شریف' کتاب الایمان۔ ترمذی' کتاب التفسیر' سورہ:۱۷۔ مسند امام احمد۔ جس کی اجمالی صورت اس طرح ہے:

حساب و کتاب کے دن سارے مومن مضطرب ہوں گے اور اس حالت اضطراب سے نجات پانے کیلئے وہ حضرت آدم علیہ السلام سے درخواست کریں گے۔ وہ ان کو حضرت نوح علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ غرضیکہ یکے بعد دیگرے بڑے انبیاء کرام سے یہ لوگ ملیں گے مگر مقصود حاصل نہ ہوگا۔ بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے۔ جب ساری مخلوق آپ ﷺ کے پاس آئے گی اور عرض کرے گی: "یا محمد ﷺ فیصلے کیلئے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا۔ یعنی ہاں ہاں یہ میرا ہی کام ہے۔ پھر رب کریم کی بارگاہ میں آپ ﷺ ساری مخلوق کی سفارش فرمائیں گے۔

پل صراط قائم کیا جائے گا۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پل صراط سے گزریں گے اور پل صراط کے ایک سرے پر کھڑے ہو کر رَبِّ سَلِّم' رَبِّ سَلِّم۔ (اے رب بچا' اے رب بچا) پکار رہے ہوں گے۔ بعد از اں آپ ﷺ ذات الہ کے سامنے آ کر تشریف فرما ہو جائیں گے اور آپ ﷺ سجدہ کی اجازت مانگیں گے۔ سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ آپ ﷺ سجدہ میں گر جائیں گے۔ پھر رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: یَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَاْسَكَ... وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (صحیح بخاری۔ یہ حدیث بخاری' مسلم' ترمذی' ابن ماجہ کے علاوہ بھی کئی کتب حدیث میں مرقوم ہے۔) اے

محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اقدس اٹھایئے' مانگئے' دیا جائے گا۔ سفارش فرمایئے آپ کی سفارش قبول ہوگی۔ دعا فرمائیں مقبول ہوگی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر توصیف وستائش اور بزرگی کے وہ باب کھول دے گا جو مخلوق میں سے کسی کیلئے بھی نہیں کھلے ہوں گے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر انور اٹھا کر دو یا تین مرتبہ اپنی امت کی مغفرت کیلئے یا رب امتی یا رب امتی فرمائیں گے اور ہر وہ شخص جس کے دل میں گیہوں کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا یا دانہ جو کی مقدار یا رائی بھر بھی ایمان ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی سفارش بھی فرمائیں گے۔ اس وقت اپنے اور پرائے سب جان جائیں گے کہ بارگاہ الٰہی میں جو وجاہت ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور کسی کی نہیں۔ (کتاب الشفاء)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جنت

قرآن مجید میں اخروی زندگی کے اس دائمی اور غیر فانی گھر کو جو ہر قسم کے آزار اور پریشانی سے پاک ہوگا جنت کہا گیا ہے۔اس کے آٹھ درجے ہیں۔

ا: جنت الفردوس۔ ۲: جنت عدن۔ ۳: جنت النعیم۔ ۴۔دارالخلد۔ ۵: جنت الماویٰ۔ ۶: دارالسلام۔ ۷: علیین۔ ۸: وسیلہ۔

قرآن مجید اور احادیث کی رو سے جنت میں انسانوں کی اعلیٰ ترین تمنائیں اور آرزوئیں پوری ہوں گی۔اس گھر میں پہنچ جانے والے ایسی مسرتوں سے بہرہ مند ہوں گے جہاں کی مسرتیں غم وحزن سے پاک ہوں گی۔یہ ایسی پاکیزہ جگہ ہوگی جس میں کینہ، بغض، حسد، رشک اور لغویات کا گزر تک نہ ہوگا۔

جنت امن وسلامتی کا گھر ہوگا، مقام رحمت ہوگا، مقام نور اور مقام رضوان، مقام طیب وطاہر، مقام تسبیح وتہلیل، مقام قرب خداوندی اور مقام نعمت دیدار ایزدی ہوگا۔ جنت میں یہ سب مسرتیں بدرجہ اتم واکمل ہوں گی اور ایسی ہوں گی جن کی اصلی حالت کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

جنت بلند ترین آسمان کے اوپر اور عرش الٰہی کے نیچے بتائی جاتی ہے۔ اسے عموماً حضرت آدم علیہ السلام سے جہاں سے انہیں نکالا گیا تھا سمجھا جاتا ہے۔احادیث اور تفاسیر کے مطابق جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اس میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔مومنین میں سے غریب امیروں کے آگے جائیں گے۔فرشتے نہایت عمدہ اور سریلے نغموں کے ساتھ مقربین الٰہی کا استقبال کریں گے۔جنتیوں کی زبان عربی ہوگی۔

(ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

بخاری ومسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے جنت کا اعلیٰ ترین درجہ "وسیلہ" ہے۔اس سے بڑھ کر جنت میں اور کوئی اعلیٰ ترین درجہ نہیں۔

جنت کا دروازہ سب سے پہلے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کیلئے کھولا جائے گا اور آپ ﷺ ہی سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے' باقی سب لوگ آپ ﷺ کے پیچھے جائیں گے۔

امام مسلم اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور کھولنے کیلئے کہوں گا۔ خازن کہے گا: کون؟ میں کہوں گا: محمد (ﷺ)۔ وہ کہے گا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کیلئے دروازہ نہ کھولوں۔

جنت میں وہ نعمتیں ملیں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی نہ ہوں گی اور نہ کسی کے دل و خیال میں گزری ہوں گی۔ جنت میں گنجان درخت ہوں گے جن میں انواع و اقسام کے میوے اور پھل لگے ہوئے ہوں گے۔ جب کوئی جنتی کسی میوے یا پھل کا خیال کرے گا فوراً وہ پھل اس کے پاس آ جائے گا۔ جنت میں ٹھنڈی اور میٹھی پانی' دودھ اور شہد کی نہریں ہوں گی۔ جنتیوں کی خدمت کیلئے نہایت حسین' خوبصورت اور پاکیزہ حوریں ہوں گی۔

حدیث شریف میں منقول ہے کہ اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت زمین کی طرف جھانکے تو جنت سے زمین تک سب روشن ہو جائے اور خوشبو سے مہک اٹھے۔

جنتیوں کی عمریں جنت میں داخل ہوتے وقت تیس (۳۰) برس کی ہوں گی خواہ عورت ہو یا مرد۔ جنت میں لوگ کھائیں اور پئیں گے لیکن ہر قسم کی گندگی سے پاک ہوں گے۔ اگر کسی جنتی کا کسی پرندے کا گوشت کھانے کو دل چاہے گا تو اسی وقت بھنا ہوا اس کے سامنے آ جائے گا اور اگر کسی چیز کے پینے کی خواہش ہوئی تو اسی وقت بھرا ہوا کوزہ اس کے سامنے آ جائے گا۔

جنتی آپس میں ملاقات کرنا چاہیں گے تو ایک تخت دوسرے کے پاس خود بخود چلا جائے گا۔

جنتی ہمیشہ تندرست رہیں گے' کبھی بیمار نہ ہوں گے۔ ہمیشہ زندہ رہیں گے' کبھی نہ مریں گے۔ ہمیشہ جوان رہیں گے' کبھی بوڑھے نہ ہوں گے۔ ہمیشہ آرام سے رہیں گے' کبھی مشقت نہ اٹھائیں گے۔

جنت میں پانی' دودھ اور شہد وغیرہ کے دریا ہوں گے جن سے نہریں نکل کر جنتیوں کے مکان میں پہنچتی ہیں اور نہروں کی زمین خالص مشک کی ہو گی۔ جنت کی عورتیں اتنی خوبصورت ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک اجالا ہو جائے' سورج کی روشنی مدہم ہو جائے جیسے ستاروں کی روشنی سورج سے مٹ جاتی ہے۔ (بہار شریعت)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جہنم

اسلام آخرت اور آخرت میں جزا اور سزا کے عقیدے کو بغیر کسی کمی بیشی کے نہایت واضح الفاظ میں ارکان ایمان میں شمار کرتا ہے۔قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجے جانے کا بار بار ذکر کیا گیا ہے اور قرآن میں جنت کی طرح جہنم کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں جہنم کو بے ایمان یعنی حالت کفر میں مرنے والوں اور ایسے گنہگاروں کا ٹھکانہ بتایا گیا ہے جن کے جرم ناقابل عفو (معافی) ہیں۔قرآن حکیم میں ہے: لھا سبع ابواب۔(الحجر: ۴۴) ''جہنم کے سات دروازے ہیں۔''بعض مفسرین کرام نے بعض روایات کی بناء پر عذاب جہنم کے مختلف سزاؤں کے پیش نظر جہنم کے سات درجے ذکر کئے ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱:جہنم۔ ۲:لظیٰ۔ ۳:حطمہ (النار)۔ ۴:سَعیر۔ ۵:سَقَر۔ ۶:جحیم ۷:ہاویہ۔

جن میں سے اوپر جہنم اور سب سے نیچے ہاویہ بتایا گیا ہے۔بعض احادیث مبارکہ میں جہنم کی گہرائی کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اگر اس میں کنکر پھینکا جائے تو ستر برس میں بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا۔ (مسلم شریف۔الترمذی۔الجامع' کتاب الجنۃ)

قرآن وحدیث میں جہنم کے بارے میں جو احوال بیان ہوئے ہیں اس کی مصلحت یہ تھی کہ دنیاوی زندگی کی بداعمالیوں کی پاداش میں جن سخت سزاؤں کا درجہ بدرجہ سامنا کرنا ہوگا اس کی ہولناکیوں سے آگاہی ہو جائے۔جس کا ذہن میں تصور کر کے ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر بقایا زندگی میں نیکوکاری کی روش اختیار کر لے اور ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یقینا بڑا غفور رحیم پائے گا۔

اگر کوئی مومن اس دنیاوی زندگی میں بداعمالیوں کا مرتکب رہا ہے اور اس نے اپنی

بداعمالیوں سے اپنی زندگی میں توبہ نہیں کی اور وہ معافی کا مستحق نہیں رہا تو بھی اپنے گناہوں کے مطابق ایک مدت تک عذاب جھیل کر گناہوں کی آلودگی سے پاک ہوکر بخشش حاصل کرلے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمۃ للعالمین کے صدقہ سے گنہگار صاحب ایمان جہنم میں تاابد ہرگز نہیں رہے گا بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ جنہیں اللہ چاہے گا وہ جہنم میں گئے بغیر ہی نجات پاجائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔

''بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس (جرم عظیم) کو کہ شریک ٹھہرایا جائے اس کے ساتھ اور بخش دیتا ہے اس کے ماسوا جتنے جرائم ہوں جس کیلئے چاہتا ہے۔'' (النساء:۱۱۶)

(ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

۱۔ جہنم (دوزخ) کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ تیز ہے۔

۲۔ دوزخیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پینے کیلئے دی جائے گی اور کھانے کیلئے ایسا کانٹے دار تھوہر دیا جائے گا کہ اگر اس کا کچھ حصہ دنیا میں آجائے تو اس کی جلن اور بدبو سے ساری دنیا پریشان ہوجائے۔

۳۔ جہنم کے داروغہ کی شکل اتنی ڈراؤنی ہے کہ اگر وہ ظاہر ہوجائے تو زمین کے رہنے والے سب کے سب اس کی ہیبت سے مرجائیں۔

۴۔ جہنمیوں میں جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہوگا اسے آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن کی گرمی سے اس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے۔

۵۔ جنت اور دوزخ کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (بہار شریعت)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم